بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

اُجالے

مناقب محبوب غوث اعظم دستگیر حضرت غلام محمدؒ

المعروف بہ حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ

از

پروفیسر محمد فائق صدیقی قادری

شائع کنندگان

محمد اویس صدیقی محمد بلال صدیقی محمد زید صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کی اطاعت کرو

اور

اسکے رسولؐ کی اطاعت کرو

اور

اسکی اطاعت کرو جو تم میں صاحب امر ہو

--- x ---

بے شک

اولیاء اللہ کے پاس نہ خوف ہے نہ غم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا ماھی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

اُجالے

مناقب محبوب غوث اعظم دستگیر حضرت غلام محمدؒ
المعروف بہ حضرت ابّا جی رحمۃ اللہ علیہ

از

پروفیسر محمّد فائق صدّیقی قادری

شائع کنندگان

محمّد اویس صدّیقی محمّد بلال صدّیقی محمّد زید صدّیقی

۳۰۶/۱۰ فیڈرل بی ایریا۔ کراچی

جملہ حقوق بحق غلامان غوث پاکؒ

اشاعت اوّل	:	۲۰۰۰ء
تعداد	:	دو سو (۲۰۰)
مطبع	:	گیلانی پرنٹرز رابسن روڈ کراچی
قیمت	:	دعائے خیر

پیش کش

- محمد اویس صدیقی
- محمد بلال صدیقی
- محمد زید صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

صراط مستقیم کی ہدایت پانے والے

ان لوگوں کے نام

جن پر اللہ نے انعام کیا

محمد فائق صدیقی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ، ارادت ہو تو دیکھ انکو
یدبیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

علامہ اقبال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام حمد وثنا اللہ کے لئے ہے:

☆ جو عالموں کا رب ہے

☆ جو رحمٰن اور رحیم ہے

☆ جو یوم دین کا مالک ہے

☆ جو اللہ ہے اور جس کے سوا کوئی الہ (معبود) نہیں ہے

☆ جو ہمیشہ زندہ رہنے والا اور قائم رہنے والا ہے

☆ جس پر نہ اونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند

☆ جسکے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے

☆ جسکے آگے کوئی سفارش کرنے والا نہیں سوائے اسکے جسے اس کا اذن ہو

☆ جو جانتا ہے جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اور جو کرینگے

☆ جسکے علم میں سے کوئی کسی شئے کا احاطہ نہیں کر سکتا سوائے اسکے جسے وہ چاہے

☆ جسکی کرسی (اختیار) آسمانوں اور زمین پر وسیع ہے جو ان کی حفاظت کرنے سے تھکتا نہیں ہے

☆ جو بلند اور عظمت والا ہے

☆ جو اللہ احد ہے

☆ جو اللہ بے نیاز ہے

☆ جس سے نہ کوئی پیدا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہے

☆ جسکا کوئی ہمسر نہیں ہے

صلوٰۃ وسلام اس ذات اقدس پر:

☆ جس پر اللہ اور اسکے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں

☆ وہ جس پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا تمام ایمان والوں پر لازم کیا گیا

☆ وہ جسے کچھ اور نہیں بلکہ عالموں پر رحمت بنا کے بھیجا گیا

☆ وہ جو ہم میں سے کسی بالغ مرد کا باپ نہیں بلکہ اللہ کا رسول اور خاتم النبیین ہے

☆ وہ جسکی اطاعت کا حکم اللہ کی اطاعت کے ساتھ دیا گیا

☆ وہ جسے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا بنا کر بھیجا

☆ وہ جسے بھیج کر اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا

☆ وہ جو ہمیں پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت سکھاتا ہے

☆ وہ جسکے لئے آخر اول سے بہتر ہے

☆ وہ جس کا ذکر اللہ نے بلند کیا

☆ وہ جسے کوثر عطا کیا گیا

اور اللہ راضی ہو

☆ رحمت عالم کے صدیق اکبرؓ سے جو انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں

☆ اور جن کی اقتداء فرمائی امام المرسلینؐ نے اور جنکی ایک نیکی امت کی تمام نیکیوں سے افضل ہے

اللہ راضی ہو

☆ رحمت عالمؐ کے فاروق اعظمؓ سے جو حق و باطل میں فرق کرنے والے اور عدل قائم کرنے والے ہیں

اللہ راضی ہو

☆ ایمان وحیا میں کامل اس برگزیدہ ہستی پر جس نے تدوین قرآن حکیم فرمائی اور ملت اسلامیہ کے لئے بے دریغ دولت خرچ کی

اور اللہ راضی ہو اور اسکےؓ چہرۂ انور کو اور منور کرے

☆ جو باب العلم ہے امام المشارق والمغارب ہے لَحْمَكَ لَحْمِیْ کا حامل ہے آل عبا میں شامل ہے جسے خرقہء فقر عطا ہوا جو چار یاروں میں پنجتن پاک میں، دس مبشرین میں بارہ اماموں میں، شعب ابی طالب میں اصحاب بدر میں، "ابناونا" کی شرح میں اولیاء کی سرداری میں اور اول ایمان لانے والوں میں ہر جگہ صاحب مرتبہ ہے

اور بے حساب رحمتیں ہوں

☆ محبوب سبحانی غوث صمدانی سیدنا غوث الاعظم دستگیرؒ پر جنکا قدم مبارک تمام اولیاء کی گردن پر ہے اور جو تمام اولیاء کے سردار ہیں۔

☆ اور انکے محبّ و محبوب خاص سیدی غلام محمدؒ پر جو پاکستان میں قادری سروری اویسی سلسلہ کے بانی اور کراچی میں مدفون ہیں۔ اور جنہیں اہل سلسلہ اباجیؒ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

پس از حمد و نعت و مناقب یہ عرض کرتا ہوں کہ میں ایک کم علم و بے بضاعت عاجز و حقیر اللہ کا بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ امتی اور اباجیؒ کے سلسلے میں غوث اعظمؒ کا غلام بے نوا اور نام لیوا ہوں۔ قلم اٹھانے کا مقصد نہ تو فلسفہ و کلام اور تصوف کی گتھیاں سلجھانا ہے نہ نزاعی اور اختلافی مسائل پر رائے زنی، نہ کسی کی دل آزاری اور تحقیر ہے بلکہ مقصود ان عقائد و نظریات کا بیان ہے جنکے سبب مجھے اطمینان قلب حاصل ہے۔ مقصد تحریر صرف یہ ہے کہ اگر کسی طالب حق کو میرے چند معروضات سے طمانیت قلب حاصل ہو سکتی ہے اور مشیت اُسے اس مسلک پر لانا چاہتی ہے جسکا میں ایک ادنیٰ راہ رو ہوں تو اظہار میں بخل نہ کروں اور اگر کسی کو ان عقائد سے اختلاف ہے تو ضد نہ کروں ہدایت اسے ملتی ہے جسے اللہ ہدایت دے اور جسے وہی گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ وعظ و تبلیغ و نصیحت علماء کا کام ہے اصلاح باطن اولیاء کے فیضان سے ہے۔ کلام و فلسفہ کے دقیق مسائل اہل منطق کا حصہ ہیں۔ اجتہاد مجتہدین کا کام ہے تصنیف و تالیف اہل قلم کے لئے ہے۔ میرا معاملہ تو یہ ہے کہ ۔

شاید کوئی بندۂ خدا آئے
صحرا میں اذان دے رہا ہوں

وحدانیت

اللہ ایک ہے اور لاشریک ہے میں نے اسے کسی دلیل کے ذریعے نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ایک مانا ہے اور میرے نزدیک دلیل کی بنیاد پر اللہ کو ایک ماننے والا اللہ پر نہیں دلیل پر ایمان لاتا ہے۔ یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ خود قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ "ہدایت ہے تقویٰ کرنے والوں کے لئے جو غیب پر ایمان لائے" کیا ہے کوئی جو اپنی ولدیت پر دلیل لا سکے؟ ہرگز نہیں تو پھر عبدیت پر دلیل کیوں؟ یہ بھی تسلیم کا مسئلہ ہے تفہیم کا نہیں اسی لئے میرا دین اسلام ہے افہام نہیں! اسکے علاوہ توحید پر اور کچھ عرض نہیں کرنا ہے کہ وہ ذات واحد ہے ہمیشہ سے ہمیشہ تک بغیر سبب و علت دائم ہے اور لاشریک ہے۔

تخلیقِ کائنات:

کیا ذات باری تعالیٰ کے سوا کچھ بھی بغیر سبب و علت ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر کائنات کہاں سے آئی جواب یہ ہے کہ نور محمدی ﷺ سے کائنات وجود میں آئی روایت کرتے ہیں محمد ابن اسماعیل بن ابراہیم بن آذر بخاری حضرت جعفر صادقؑ سے اور وہ اپنے والد حضرت امام محمد باقرؑ سے اور وہ اپنے باپ امام زین العابدینؑ سے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ حضرت امام حسینؑ سے اور انہوں نے اپنے والد امیر المومنین حضرت علیؑ سے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں جناب رسول خدا ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ جابر ابن عبداللہ انصاریؓ نے آکر

رسول اللہ سے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ مجھے خبر دیجئے کہ اول اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا؟ جناب رسالتمآب ﷺ نے فرمایا "سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا" اور فرمایا کہ میں پیدا ہوا ہوں اللہ کے نور سے اور ساری مخلوق کو میرے نور سے پیدا کیا" ارشاد ہوا کہ "میرا نور قدرت الٰہی سے عظمت و بزرگیٔ الٰہی کا مشاہدہ کرتا اور تسبیح و طواف اور سجدۂ الٰہی میں مصروف رہتا"۔

مخلوق کی فطرت:

اوپر بیان کردہ احادیث کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ کل مخلوق کو جو کچھ بھی ورثہ ہے وہ نور محمد ﷺ سے ہے اور نور محمد ﷺ کا کام تسبیح و طواف و سجدۂ الٰہی ہے چنانچہ تسبیح و طواف و سجدۂ الٰہی مخلوق کی فطرت کا تقاضہ ہے اور اسمیں شامل ہے اور کل مخلوق اپنے تقاضہ خلق کے مطابق تسبیح و طواف و سجود یعنی عبادت میں مصروف ہے۔ اس مخلوق میں جو ایسی اشیاء ہیں کہ وہ ارادہ نہیں رکھتیں ان کا وہ عمل ہی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انکے ذمہ کیا ہے۔ چاند، سورج، زمین، آسمان، باد و خاک و آب و آتش سب اپنے اپنے طرز کی عبادت میں مصروف ہیں۔ "تمام اجرام فلکی اسکی تسبیح کر رہے ہیں" اور وہ چونکہ صاحبِ ارادہ نہیں ہیں اسلئے انکے عمل میں کوئی تغیر رونما نہیں ہوتا اور وہ اپنے کار مفوضہ سے روگردانی کر ہی نہیں سکتے یعنی اپنی عبادت سے باز نہیں رہ سکتے۔

البتہ وہ مخلوق جو صاحب ارادہ ہے اور جسکے عمل کو اسکے ارادہ و اختیار کے

تابع کیا گیا ہے وہ اپنے ارادہ میں تغیر کے سبب اپنے کار مفوضہ سے روگردانی کرسکتی ہے اور یہ صاحب ارادہ مخلوق جن و انس ہیں۔ چنانچہ شیطان جسکے لئے قرآن حکیم میں صاف طور پر ارشاد ہے کہ "بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے" جن و انس کے ارادہ پر حملہ آور ہوتا ہے اور انہیں سیدھے راستے سے بھٹکاتا ہے۔ اور اس راستہ پر نہیں چلنے دیتا جس پر چلنے والوں پر انعام ہوا ہے۔

اس طرح دنیا میں کفر و شرک و ارتداد و گمراہی کی بنیاد پڑتی ہے۔ چنانچہ جن و انس کو گمراہی سے نکال کر پھر سیدھی راہ دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء مبعوث فرماتا ہے اور شیطان اپنی کاوشوں سے لوگوں کو انبیاء کے خلاف کردیتا ہے وہ انبیاء پر طرح طرح کے ظلم کرتے ہیں انکی تکذیب اور تحقیر کرتے ہیں مگر وہ لوگ کہ ہدایت جن کا مقسوم ہو توبہ کرتے ہیں اور راہ حق پر واپس آجاتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے مختلف اوقات اور مختلف اقوام میں انبیاء آتے رہے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو امن و فلاح کی راہ دکھاتے رہے بالآخر پوری انسانیت کی ہدایت و اصلاح کے لئے خاتم النبیین ﷺ تشریف لائے اور پوری انسانیت کو ابدی فلاح کی راہ دکھا کر اپنے معبود سے دور ہوجانے والوں کو پھر مقام عبدیت پر لاکر کھڑا کردیا انکے نفوس کی تہذیب کی اور انکی روحانیوں کو تقویت بخشی۔

بندہ کا اختیار:

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت پر ایک احسان

بتایا ہے اور بے شک ایسا ہے آپکی بعثت سے تین بڑی تبدیلیاں آئی ہیں

☆ اول یہ کہ آپ کے بعد سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا

☆ دوم یہ کہ قیامت تک ہدایت کے لئے قرآن حکیم عطا کیا گیا

☆ سوم یہ کہ ہدایت وفیضان کے لئے ائمہ واولیاء کا سلسلہ جاری ہوا۔

بندہ چونکہ اپنی خلق میں عاجز ہے اور از خود اپنی فلاح و کامرانی کی راہ نہ تلاش کر سکتا ہے اور نہ اس پر قائم رہ سکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں مجبوریوں کے ازالہ کے لئے قرآن حکیم عطا کیا جو صراط مستقیم دکھاتا ہے اور اس پر قائم رہنے کی شرائط واضح کرتا ہے اسی کے ذریعہ "دین مکمل کیا گیا اور نعمت تمام کی گئی" اور بندے کو ایسے چار اختیارات دیئے گئے جو اسے صراط مستقیم پر قائم رکھنے کی ضمانت ہیں۔ یہ چار اختیارات کا تصور نہ میرے ذہن کی پیداوار ہے اور نہ میں نے کسی کتاب میں انکا تذکرہ اسطرح دیکھا ہے یہ تصور مجھے میرے ایک مہربان دوست سید باسط علی جعفری (مرحوم) نے دیا ہے جن کا اس جہان سے گزر ہو چکا ہے۔

وہ اپنی ذات میں ایک بے مثال شخصیت ایک کامل فقیر اور ولی اللہ تھے۔ تمام عمر اپنے روحانی مراتب ومدارج اور اپنے اختیارات اور نعمتوں کو جو حضرت ابا جیؒ اور سرکار غوث پاکؒ سے عطا ہوئی تھیں، پردۂ اخفا میں رکھا۔ کسی کو اپنے باطن کی ہوا نہ لگنے دی تمام سماجی تقاضے پورے کرتے ہوئے حقوق العباد کی کمال ادائیگی کے ساتھ پوری زندگی سخت ترین

مجاہدے کرتے رہے۔ اپنی نفی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور سرکار غوث پاکؒ کے اس فرمان پر ثابت قدم رہے کہ "میں اس کا بندہ ہوں اور بندے کو اپنے آقا کے سامنے نہ کوئی اختیار ہے نہ ارادہ" انہوں نے ایک مرتبہ اختیارات پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے بندے کو چار ایسے اختیارات دیئے ہیں جن کے بعد کسی اختیار کی ضرورت نہیں انکی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆ پہلا اختیار یہ کہ اگر بندہ کفر و گمراہی کا شکار ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس سے نجات حاصل کرے اور دائمی روشنی کی طرف آنے کے لئے قلب و لسان کی صداقت سے کہے کہ " لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اور اسکے ساتھ ہی راہ حق پر آ جائے۔

☆ دوسرا اختیار یہ ہے کہ اگر دشمن سے اسے خطرہ ہو کہ وہ مردود اسے راہ حق سے ہٹا دے گا تو اسکے تدارک اور اپنے دفاع کے لئے کہے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِا اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم" اس کلام سے شیطان بھاگ جائے گا اور بندہ صراط مستقیم پر قائم رہے گا۔

☆ تیسرا اختیار یہ ہے کہ اگر بندے سے چوک ہو جائے اور وہ بروقت اپنا دفاع کرنے سے غفلت برتے اور شیطان مردود اس پر حملہ آور ہو کر اس سے صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کروا دے تو وہ پھر راہ راست پر آنے کے لئے کہے "اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ" اور اسکے ساتھ ہی اپنے رب کے فضل و کرم اور مہربانی سے پھر صراط

مستقیم پر قائم ہو جائے۔

☆ چوتھا اختیار یہ ہے کہ راہ حق پر قائم رہ کر اللہ تعالیٰ کی مزید رحمتوں کو طلب کرنے کے لئے پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْد ،
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌO

حدیث کی روشنی میں ایک بار درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت دنیا و آخرت میں موجب کامیابی وکامرانی ہے۔

چنانچہ اللہ نے اپنے عاجز بندے کو یہ دائمی اختیارات دے رکھے ہیں کہ وہ کفروضلالت سے نکل کر راہ مستقیم پر آئے۔ اس راہ پر اپنے دشمن سے اپنا دفاع کرے اور اس سے لغزش ہو جائے تو صراط مستقیم پر واپس چلا جائے اور اللہ کی رحمتوں سے فیضیاب ہوتا رہے۔ ظاہر ہے کہ ان اختیارات کے بعد بقول باسطؔ صاحب اور کسی اختیار کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے کچھ مزید اختیارات بھی عطا فرمادے تو سرکار غوث پاکؒ کے ارشاد کے مطابق وہ اپنے مالک کے سامنے بے اختیار و بے ارادہ ہو جائے یہی معراج نفس ہے۔

نفس اور روح:

تحریر ھذا میں بعض جگہ لفظ 'نفس' استعمال ہوا ہے اور بعض جگہ کم و بیش ایسے ہی معنوں میں 'روح' کا لفظ بھی آیا ہے یہ دونوں اصطلاحات بڑی پیچیدہ ہیں بعض ظاہر بیں روح کو نفس سے الگ تسلیم نہیں کرتے، بعض انکے باہم ربط کو نہیں سمجھتے اور بعض لوگ روح اور نفس کے غیر مرئی ہونے کے سبب اور انکی معنوی حدود متعین نہ ہونے کے سبب روح و نفس کی بحث میں ہی نہیں پڑتے یہ دونوں الفاظ چونکہ قرآن حکیم میں استعمال ہوئے ہیں اس لئے ان کے وجود سے انکار ممکن نہیں۔ آپ اگر غور فرمائیں تو قرآن حکیم سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ حضرت آدمؑ میں یہ دونوں عناصر موجود تھے اس لئے کہ اللہ نے آدم میں اپنی روح پھونکی اور خود آدمؑ کا ارشاد ہے کہ :

"اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفوس پر ظلم کیا"

یعنی آدم میں روح اور نفس دونوں کا وجود ثابت ہے ظاہر ہے کہ بنی آدم بھی آدم ہی کا ورثہ رکھنے والے ہیں چنانچہ ان میں بھی روح اور نفس دونوں کا وجود تسلیم کرنا پڑتا ہے اور ان دونوں میں ایک واضح فرق نظر آتا ہے وہ یہ کہ نفس سے گناہ ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے اور روح سے نہیں ہوتا ورنہ آدم کے اعتراف گناہ میں روح کا بھی حوالہ ہوتا پھر یہ کہ لفظ روح جبریلؑ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے اور ان سے بھی لغزش کا کوئی امکان نہیں، بصورت دیگر پورا نظام وحی متاثر ہو سکتا ہے۔ علیٰ ھذہ حضرت عیسیؑ کا لقب بھی روح اللہ ہے

اور وہ بھی نبی ہونے کے سبب معصوم اور گناہ سے پاک ہیں چنانچہ گناہ روح سے نہیں نفس سے ہوتا ہے اسی لئے سزا بھی نفس کو ہے اور ہدایت بھی نفس کے لئے ہے اور جنت کا انعام بھی نفوس کے لئے ہے کہ جنت میں "زوجین" ہونگے اور انہی کے لئے اپنے رب کا سلام بھی ہوگا۔

ان حقائق کی روشنی میں نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی ہدایات، ڈرانا اور بشارت دینا نفس کے ہی لئے ہیں اور اسی کے نتیجہ میں نفس مہذب ہو کر طمانیت کی اُس منزل پر پہنچتا ہے، جہاں وہ اللہ سے راضی اور اللہ اس سے راضی ہوتا ہے اور نفس کو اپنی عبدیت اور جنت میں داخل فرماتا ہے۔ جہاں تک نفس کے روح سے تعلق کا سوال ہے تو وہ نفس کی نیت اور عمل کی خرابیوں سے اسطرح متاثر ہوتی ہے کہ وہ لاغر اور نحیف ہو کر بالکل مردہ ہو جاتی ہے اور نفس اپنے عمل اور نیت کی خرابیوں سے باغی ہو کر شیطان کے تابع ہو جاتا ہے بالآخر فرد پر مکمل گمراہی طاری ہو جاتی ہے۔

ظاہر اور باطن:

نفس ظاہرہ کا تعلق چونکہ عالم آب و گل سے ہے جو اسباب کے تابع اور قابل مشاہدہ ہے۔ چنانچہ نفس کی نیکیاں بھی اور اعمال بد بھی قابل مشاہدہ ہیں۔ اور معاشرے میں ان ہی کی بنیاد پر سیرت و کردار کا تعین کر کے فرد کو اچھا یا برا، ظالم یا رحم دل، سخی یا کنجوس، بہادر یا بزدل، کافر یا مومن قرار دیا جاتا

ہے اس پر فتویٰ عائد کیا جاتا ہے مگر 'روح' چونکہ امر اللہ ہے۔ عالم ظاہر میں اس کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا چشم باطن رکھنے والے ہی اسے دیکھ سکتے ہیں جو خال خال ہیں اور عالم ظاہر کے لوگ اگر نفس کے اعمال کی بنیاد پر استدلال کر کے روح پر اپنا اجتہاد نافذ کریں تو منصور و سرمد کو گمراہ قرار دیکر قتل کردیا جاتا ہے اور وہ قتل ہونے کے بعد بھی رحمتہ اللہ علیہ رہتے ہیں۔

شریعت و طریقت:

شریعت محمدی ﷺ کی طریقت پر یہی افضلیت و برتری ہے کہ اس کے فیصلے کے آگے اہل طریقت کو اپنی گردن پیش کرنی پڑتی ہے اور خنداں پیشانی سے سزا قبول کرنی ہوتی ہے۔ ایسی صورتوں میں فتویٰ دینے والا خواہ محض ظاہر بین ہو یا باطنی نظر بھی رکھتا ہو دونوں شکلوں میں اسے فیصلہ از روے شریعت ہی دینا ہوتا ہے جیسا کہ منصور حلاج کے معاملہ میں حضرت شبلیؒ نے کیا کہ واقفیت باطنی کے باوجود فتویٰ شریعت مطہرہ کی برتری کے حق میں دیا اور اسی لئے منصور حلاج لوگوں کے پتھر کھا کر مسکراتے رہے مگر شبلیؒ کے پھول کی چوٹ پر رونے لگے کہ "تم تو واقف راز ہو تمہیں کیا ہو گیا" مگر شبلیؒ اپنی جگہ بالکل درست تھے کہ انہوں نے باطنی رازوں سے واقفیت کو عام نفوس کے شرعی فیصلے پر اثرانداز نہیں ہونے دیا۔

اور جہاں بھی اور جب بھی باطن کے راز ظاہر میں اور روح کے معاملات نفوس پر منطبق کئے گئے ہیں ہمیشہ فساد پیدا ہوا ہے۔ اسی لئے اولیاء نے اپنے

معاملات علمائے ظاہر سے جدا رکھے ہیں اور کوئی ہستی اگر علم ظاہر اور باطن دونوں پر حاوی رہی ہے تو اس نے کبھی ہاتھی کی غذا چیونٹیوں کو نہیں کھلائی جسکی اعلیٰ ترین مثال سرکار غوث پاکؒ ہیں جہاں نفوس سے مخاطب ہیں شریعت کی سخت پاسداری ہے اور جہاں ارواح سے رجوع ہیں وہاں قصیدۂ غوثیہ اور قصیدۂ روحی موجود ہے۔

فیضانِ اولیاء:

نبی کریم ﷺ کے بعد رشد و ہدایت کا سلسلہ خلفائے راشدین کے ذریعہ جاری رہا اور ملوکیت کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد امور مملکت تو خلفاء سے وابستہ رہے مگر دینی معاملات ائمہ کے حصہ میں آئے۔ ان میں ائمہ اہل بیت، ائمہ فقہ اور ائمہ حدیث سب ہی شامل ہیں مگر تینوں جگہ امامت کا تصور قدرے مختلف ہے۔ ائمہ اہل بیت کے لئے امامت کا تصور وہبی ہے دیگر کے ضمن میں یہ منصب کسبی تصور کیا جاتا ہے۔ اجتہادی اختلافات اور وہب و کسب کے فرق کے باوجود ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نیکی، بزرگی، زہد و تقویٰ، ریاضت و پرہیزگاری اور دینی عظمت کی نسبت مسلم ہے۔ ان تمام صفات کو یکجا بیان کرنے کے لئے لفظ "ولی اللہ" استعمال ہوتا ہے جسکی جمع اولیاء ہے۔

ولی کے معنی دوست کے ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ کے معنی اللہ کے دوستوں کے ہیں اور یہ اصطلاح کسی کی اختراع نہیں بلکہ قرآنِ حکیم کی اصطلاح ہے جسکی رو سے اولیاء خوف و حزن سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اسی لئے حق گوئی بے باکی اور

مخلوق کی خدمت ان کا شعار ہوتا ہے۔ یہ اس راہ پر چلنے والے ہوتے ہیں جس پر چلنے والوں کو اللہ کی طرف سے نعمت عطا ہوتی ہے اور چونکہ اس نعمت کے لئے بالعموم "فَحَدِّث" کا حکم نہیں ہے اس لئے اسے اخفاء میں رکھا جاتا ہے اور اسی باطنی نعمت کے استعمال سے لوگوں کی حاجت روائی اور کشود کاری ہوتی ہے جو اکثر اوقات عالم اسباب کی رو سے " محیّر العقل" ہوتی ہے جسے کرامت کہا جاتا ہے اور کرامت کا اظہار بھی کوئی بدعت نہیں ہے چونکہ کرامت ہمیں خلفائے راشدین کے دور میں بھی نظر آتی ہے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ خطبہ کے دوران حضرت ساریہؓ کو آواز دیکے پہاڑ کی طرف متوجہ کرتے ہیں تو حضرت ساریہؓ سینکڑوں میل کے فاصلے کے باوجود وہ آواز سنتے ہیں اور تعمیل کرتے ہیں یہ کھلی کرامت ہے اسی طرح دریائے نیل پر حکم فاروقی نافذ ہونا یا سر درد کے لئے ٹوپی میں حضرت عمرؓ کے ہاتھ کی لکھی بسم اللہ رکھ کر صحت یاب ہونا یہ سب "کرامات" ہی ہیں اسی طرح حضرت علیؓ کے بہت سے واقعاتِ کرامات بھی عہد راشدہ کے ہی واقعات ہیں۔

غرض یہ کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سے آج تک اولیاء کرام کی کرامتوں کے واقعات اس تکرار اور تسلسل سے ملتے ہیں کہ ان سے کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حاجت روائی، کشود کاری اور کرامات کے ان واقعات کے عام ہونے سے اولیائے کرام کے اصل فیضان کی بات ثانوی بن گئی ہے حالانکہ وہی بنیادی بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب کسی فرد کی روحانی راہ خدا میں چلتے وقت کسی منزل یا مقام پر رک جاتی ہے تو زیادہ طاقتور روحانیت کے مالک کسی ولی اللہ کی نگاہِ فیض رساں کے

ذریعہ اسے تقویت ملتی ہے اور وہ روحانی اگلی منزل اور مقامات کے سفر پر مائل ہو جاتی ہے۔مدد پانے والی روحانی طالب کی روحانی ہوتی ہے اور مدد کرنے والی روحانی شیخ کی روحانی ہوتی ہے۔

یہ راہ خدا میں روحانی کے سفر کا تصوردراصل باطن میں معراج محمدی ﷺ کی اتباع ہے اور اس سفر کی انتہا بارگاہ رب العزت میں دوزانوں ہو کر قرب الٰہی حاصل کرنا ہے اسی مقام پر فائز اولیاء کو ’’کاملین‘‘ کہا جاتا ہے اور اس راہ کے چلنے والے طالبان و سالکان راہِ حقیقت کہلاتے ہیں اور یہی صراط الذین انعمت علیھم کی باطنی تعبیر ہے۔

کسی بھی طالب راہ حقیقت کے لئے یہ مشکل ہے کہ وہ کسی بھی طاقتور روحانی کی مدد کے بغیر یہ سفر مکمل کر سکے چنانچہ جو طالبانِ راہ حقیقت ہیں وہ کسی ایسے فرد کی تلاش میں رہتے ہیں جو انہیں اپنے حلقۂ ارادت میں مرید کی حیثیت سے شامل کر کے اس راہ پر چلا سکے۔یہ کام صاحب اجازت اہل سلسلہ عموماً بیت کے بعد کرتے ہیں بیعت دراصل ایک باطنی وابستگی کا نام ہے جسکے لئے ایک جانب اجازت اور دوسری جانب ارادت ضروری ہے۔

کسی روحانی کو راہِ سلوک میں چلانے کے ساتھ ساتھ اہل اللہ طالب کی نفسانی تہذیب بھی کرتے ہیں کہ جب طالب کی روحانی اس کی نفسانی سے مربوط ہو جائے تو طالب کے نفس میں اتنی طاقت اور تحمل آجائے کہ وہ اپنی روحانی کے ذریعہ شعور سے ہم آہنگ ہونے والے باطن کے رازوں کو برداشت کر سکے اور غیر

مہذب نفوس کے سامنے انہیں بیان کرنے سے گریز کرے۔ بصورت دیگر غیر مہذب نفوس باطنی رازوں، کوائف اور احوال کا تمسخر اڑائینگے یہی وجہ ہے کہ کاملین اظہار کے بجائے اخفا سے کام لیتے ہیں اور عالم انفس کے تقاضوں کے مطابق معمول کی زندگی گزارتے ہیں۔ جنکے لئے کچھ سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ ''چھپے ہوئے بزرگ'' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ اس منزل پر پہنچنے کے لئے نفس کو اپنے شیخ کی ہدایت کے مطابق مجاہدے اور ریاضت کرنی پڑتی ہے اور ان مجاہدوں اور ریاضت کی نگرانی شیخ کے ذمہ ہوتی ہے جسکے پاس درجنوں نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں افراد آتے ہیں۔ ہر چند کہ ان سب کو باطنی راہوں پر نہیں چلایا جاتا پھر بھی انکی نفسانی تربیت و تہذیب ضرور کی جاتی ہے۔ جسکے لئے حلقہ اور محفلیں سجائی جاتی ہیں۔ تمام حلقہ بگوش تو راہ خدا کے مسافر نہیں ہوتے مگر سب کے ساتھ کم و بیش عمومی رویہ ایک ہی رہتا ہے۔ چلتے ہزاروں ہیں پہنچتا کوئی کوئی ہے جس طرح شریعت تربیت نفس کی تنظیم ہے اسی طرح طریقت تقویت روح کی تنظیم ہے۔

طریقت کے اہم سلسلے:

طالب کو راہ سلوک میں چلانے کے لئے چار مشہور سلسلے ہیں جو بر صغیر پاک و ہند میں معروف ہیں۔

☆ قادریہ سلسلہ

☆ چشتیہ سلسلہ

☆سہروردیہ سلسلہ

☆نقشبندیہ سلسلہ

ان چار کے علاوہ انہی سے ماخوذ چند معروف سلسلے حسب ذیل ہیں۔

☆فریدی سلسلہ

☆نظامی سلسلہ

☆صابری سلسلہ

☆وارثی سلسلہ

☆تاجی سلسلہ

مندرجہ بالا سلسلوں کے جو اکابر بزرگان پاک وہند میں موجود ہیں انمیں بعض کو ایک سے زائد بلکہ چاروں میں بیعت لینے کی اجازت ہے چنانچہ یہ اپنے مریدین کو ہر ایک کی افتاد طبع سے مطابقت رکھنے والے سلسلے میں بیعت کرتے ہیں۔ جسکا انحصار یا تو طالب کی طلب پر ہوتا ہے یا شیخ کی بصیرت پر، غرض یہ کہ پورے برصغیر میں ان سلاسل کے فیوض برکات عام ہیں اور ان گنت لوگ ان سے دینوی اور دینوی فیض پا رہے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

☆سلسلہ قادریہ:

اس سلسلے کے بانی سرکار غوث پاکؒ ہیں۔ اسم پاک عبد القادرؒ تھا ابو محمد کنیت تھی، محیٔ الدین لقب تھا دیگر القاب قطب ربانی، محبوبِ سبحانی، غوث صمدانی، پیر پیراں، میر میراں، غوث پاک اور بڑے پیر صاحب معروف ہیں۔ سلسلۂ نسب جدی بلکہ پدری حضرت امام حسنؓ سے ملتا ہے اور مادری نسبت حضرت امام حسینؓ سے ہے۔ اسی لئے آپکو نسبی لحاظ سے الحسنی والحسینی لکھا جاتا ہے آپ کے والد کا نام موسیٰ اور کنیت ابو صالح ہے۔

والد کی طرف سے آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تیرہویں پشت میں ہیں۔ سلسلہ نسب پدری حسب ذیل ہے۔

(۱) حضرت شیخ محی الدین عبد القادرؒ جیلانی

(۲) حضرت ابی صالح سیدنا موسیٰ جنگی دوستؒ

(۳) حضرت سید عبد اللہ الجیلیؒ

(۴) حضرت سید الزاہدؒ

(۵) حضرت سید محمدؒ

(۶) حضرت سید داؤدؒ

(۷) حضرت سید موسیٰؒ

(۸) حضرت سید عبداللہؒ

(۹) حضرت سید موسیٰ الجونؒ

(۱۰) حضرت سید عبداللہ المحضؒ

(۱۱) حضرت حسن مثنیٰؒ

(۲۱) حضرت امام حسنؓ

(۱۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ،

آپکی والدہ محترمہ کااسم گرامی حضرت ام الخیر فاطمہؒ ہے آپ حضرت سید عبداللہ صومعیؒ کی بیٹی ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی انیسویں پشت میں ہیں اسطرح مادری نسبت سے سرکار غوث پاک حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کے بیسویں نواسے ہیں۔مادری نسب نامہ حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ

(۲) حضرت ام الخیر فاطمہؒ (والدہ)

(۳) حضرت سید عبداللہ صومعیؒ

(۴) حضرت سید ابی جمالؒ

(۵) حضرت سید محمدؒ

(۶) حضرت سید محمودؒ

(۷) حضرت سید طاہرؒ

(۸) حضرت سید ابی عطارؒ

(۹) حضرت سید عبداللہؒ

(۱۰) حضرت سید ابی کمالؒ

(۱۱) حضرت سید عیسیٰؒ

(۱۲) حضرت سید ابی علاؤالدینؒ

(۱۳) حضرت سید محمد جوادؒ

(۱۴) حضرت سید علی رضاؒ

(۱۵) حضرت امام موسیٰ کاظمؒ

(۱۶) حضرت امام جعفر صادقؒ

(۱۷) حضرت امام محمد باقرؒ

(۱۸) حضرت امام زین العابدینؒ

(۱۹) حضرت امام حسینؓ

(۲۰) حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ

نسبی شجرہ کے علاوہ سلسلۂ طریقت وہ ہے جو حضرت علیؓ مرتضٰی سے حضرت خواجہ حسن بصری کے ذریعہ آگے بڑھتا ہے یہ ۱۴ پشت پر مشتمل ہے۔

(۱) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

(۲) حضرت شیخ ابوالخیر حماد بن مسلم بن وردۃ الدبّاس

(۳) حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخرمی

(۴) حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد جعفر القرشی الہنکاریؒ

(۵) حضرت شیخ ابوالفرح یوسف الطرطوسیؒ

(۶) حضرت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمیؒ

(۷) حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ الشبلیؒ

(۸) حضرت شیخ ابوالقاسم الجنید البغدادیؒ

(۹) حضرت شیخ سری بن المغلس السقطیؒ

(۱۰) حضرت شیخ معروف بن علی الکرخیؒ

(۱۱) حضرت شیخ داؤدالطائیؒ

(۱۲) حضرت شیخ حبیب العجمیؒ

(۱۳) حضرت شیخ خواجہ حسن بصریؒ

(۱۴) حضرت مولا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ

ایک سلسلۂ طریقت اور ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے حضرت جابر انصاری کے ذریعہ ملتا ہے جس میں ایک وسیلہ حضرت ذوالنون مصریؒ ہیں۔ حضرت غوث پاکؒ کو ایک نسبت اویسی حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے بھی ہے۔ اس نسبت اویسی کا واقعہ بہت سی مستند کتب میں درج ہے جن میں ایک شیخ محدث دہلوی کی ''زبدۃ الاسرار'' بھی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن سرکار غوث پاکؒ امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر گئے۔ امام احمد بن حنبلؒ مزار کے باہر نمودار ہوئے۔ اور غوث پاکؒ کو سینہ سے لگا کر خلعت پہنایا اور فرمایا ''علم شریعت، علم طریقت و علم حال

سب آپکے محتاج ہورہے ہیں"۔

سرکار غوث پاک کے سلسلے میں بہت سے معروف بزرگ پاک وہند میں موجود ہیں ان میں چند مشاہیر جو پاکستان کی سرزمین میں مدفون ہیں حسب ذیل ہیں

(۱) شیخ میر محمد میاں میرؒ	۹۵۷ھ ولادت سندھ۔ لاہور
(۲) شاہ ابوالمعالیؒ	۹۶۰ھ ولادت ساہیوال
(۳) حضرت سلطان باھوؒ	۱۰۳۹ھ ولادت شورکوٹ
(۴) حضرت بلھے شاہؒ	۱۱۷۱ھ وصال قصور

مندرجہ بالا کے علاوہ نہ جانے کتنے ہیں جنکے نام جاننے والا ہی جانتا ہے۔

ویسے قادریہ سلسلہ کی افضلیت اہمیت برتری اور فیض رسانی کے معترف تمام ہی سلسلے ہیں اور یہ ایک باطنی حقیقت ہے کہ تمام سلسلوں کے بزرگان کی گردن پر حضرت غوث پاک کا قدم مبارک ہے۔ آپ کا سنہ ولادت ۴۷۰ھ اور وصال ۵۶۱ھ ہے۔ آپکی تاریخ ولادت "عشق" (۷۰+۴۰۰+۱۰۰=۴۷۰) سے اور تاریخ وصال "کمالِ عشق" (۲۰+۴۰+۱+۳۰=۹۱+۴۷۰=۵۶۱) سے نکلتی ہے

مزار شریف بغداد میں ہے۔

اسم اعظم سے متعلق تشریح کرتے ہوئے بحوالہ حیات جاودانی (اردو ترجمہ) آپ نے فرمایا:

☆ تم خدا تعالیٰ کو تسلیم و رضا سے یاد کرو، وہ تمھیں اپنے تقرب و وصال سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے شوق و اشتیاق سے یاد کرو وہ تمہیں، اپنے تقرب و وصال سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے حمد و ثنا سے یاد کرو: تمہیں اپنے انعامات و احسانات سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے توبہ سے یاد کرو وہ تم کو اپنی بخشش و مغفرت سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے بدوں غفلت کے یاد کرو وہ تمہیں بدوں مہلت کے یاد کریگا۔

☆ تم اسے ندامت سے یاد کرو وہ تمہیں کرامت و بزرگی سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے معذرت سے یاد کرو وہ تمہیں مغفرت سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے خلوص و اخلاص سے یاد کرو وہ تمہیں خلاصی سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے صدق دل سے یاد کرو وہ تمہاری مصیبتیں دور کرنے کے ساتھ تمہیں یاد کرے گا۔

☆ تم اسے تنگدستی میں یاد کرو وہ تمہیں فراخدستی سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے استغفار کے ساتھ یاد کرو وہ تمہیں رحمت و بخشش کے ساتھ یاد کرے گا۔

☆ تم اسے اسلام کے ساتھ یاد کرو، وہ تمہیں انعام و اکرام کے ساتھ یاد کرے گا۔

☆ تم اسے فانی ہو کے یاد کرو، وہ تمہیں بقا کے ساتھ یاد کرے گا۔

☆ تم اسے عاجزی سے یاد کرو، وہ تمہاری لغزشیں معاف کرنے کے

ساتھ تمہیں یاد کرے گا۔

☆تم اسے معافی مانگنے کے ساتھ یاد کرو، وہ تمہارے گناہ معاف کرنے کے ساتھ تمہیں یاد کرے گا۔

☆تم اسے صدق سے یاد کرو، وہ تمہیں رزق سے یاد کرے گا۔

☆تم اسے تعظیم سے یاد کرو، وہ تمہیں تکریم سے یاد کرے گا

☆تم اسے ظلم و جفا چھوڑنے کے ساتھ یاد کرو، وہ تمہیں وفا کے ساتھ یاد کرے گا۔

☆تم اسے عبادت و اطاعت کے ساتھ یاد کرو وہ تمہیں اپنی بھرپور نعمتوں کے ساتھ یاد کرے گا۔

☆تم اسے ہر جگہ یاد رکھو، وہ بھی تمہیں یاد کرے گا۔

ویسے جہاں تک اس سلسۂ عالیہ کے الطاف و اکرام عنایات و نوازشات اور فیضان و انعام کا تعلق ہے وہ بے مثال ہیں۔ اوراد و معمولات اس قدر معروف ہیں کہ تشریح درکار نہیں بالخصوص گیارہویں شریف کے تصور کو سلسلے سے تخصیص ہے۔ بعض اولیائے کرام کے مطابق یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیاز ہے جو سرکار غوث پاکؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہلم کے طور پر ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو کرتے تھے۔ پھر یہ ہر ماہ چاند کی گیارہویں تاریخ ہونے لگی اور حضرت غوث پاکؒ سے منسوب ہو گئی۔ میں نے بزرگوں سے جو روایت سنی ہے وہ یہ ہے کہ جب سرکار دو عالم ﷺ نے دس صحابہ کو جنت کی بشارت دی تو دیگر صحابہ کی طرف

سے انکی دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ یہ گیارہ افراد کی دعوت تھی جو بعد میں گیارہویں شریف مشہور ہوئی، اور حضرت غوث پاکؒ نے اسکی اتنی پابندی کی کہ سرکار دو عالم ﷺ نے اسے حضرت غوث پاکؒ کے نام سے منسوب کردیا۔ میں اس روایت کی تاریخی تصدیق نہیں کر سکتا، ہو سکتا ہے کہ یہ راز کسی بزرگ کے مراقبہ یا مکاشفے سے منکشف ہوا ہو۔ میں نے یہ روایت قادریہ سلسلے کے ایک صاحب مراقبہ بزرگ سے سنی ہے۔

چشتیہ سلسلہ:

یہ سلسلہ ہندوستان میں سلطان الہند خواجہ خواجگاں حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ سے چلا ہے۔ خواجہ صاحب کی عظمت و شوکت و حشمت کے بارے میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔

مشک آنست کہ خود بوید
نہ آنست کہ عطار بگوید

اس لئے خود خواجہ صاحب کی عظمت کا حال انہی کے بیان کے مطابق سن لیجئے۔ حضرت عثمان ہارونیؒ سے بیعت ہونے کا احوال "انیس الارواح" کے آغاز میں یوں بیان فرماتے ہیں "الحمد للہ رب العالمین مسلمانوں کے دعاگو فقیر حقیر کمترین بندگان معین حسن سنجری کو شہر بغداد میں خواجہ جنید بغدادی کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اور اس وقت معزز

مشائخ بھی خدمت میں حاضر تھے جونہی کہ بندے نے سر زمین پر رکھا آپ نے فرمایا کہ دوگانہ ادا کر۔ میں نے ادا کیا، پھر فرمایا قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ، میں بیٹھ گیا، فرمایا کہ سورۃ البقر پڑھ، میں نے پڑھی، پھر فرمایا (۲۱) اکیس مرتبہ کلمہ سبحان اللہ پڑھ، میں نے پڑھا، بعد خود کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ آمیں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا جونہی یہ فرمایا قینچی اپنے دست مبارک میں لیکر میرے سر پر چلائی اور چار ترکی کلاہ اس عقیدت مند کے سر پر رکھی اور خاص گودڑی عنایت فرمائی۔

پھر فرمایا، بیٹھ جا، میں بیٹھا۔ فرمایا ہمارے خانوادہ میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہوتا ہے آج رات اور آج کے دن مجاہدے میں مشغول رہو، آپ کے ارشاد کے موافق میں نے ایک دن رات گزارے۔ جب دوسرے دن خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا، بیٹھ اور ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ۔ میں نے پڑھی، فرمایا اوپر کی طرف دیکھ، میں نے جونہی آسمان کی طرف نگاہ کی۔ آپ نے فرمایا "تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ میں نے عرض کی عرش عظیم تک سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔ پھر فرمایا "زمین کی طرف دیکھ" جب میں نے زمین کی طرف دیکھا فرمایا "کہاں تک تجھے دکھائی دیتا ہے"؟ میں نے عرض کی حجاب عظمت تک فرمایا "آنکھ بند کر" جب میں نے بند کی فرمایا "کھول" میں نے کھولی۔ مجھے دو انگلیاں دکھا کر فرمایا "تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ میں نے عرض کی اٹھارہ ۱۸ ہزار قسم کی مخلوقات۔ جب میں نے اتنا عرض کیا تو آپ نے فرمایا "جا تیرا کام سنور گیا"۔ ایک اینٹ پاس پڑی تھی آپ نے

فرمایا" اس کو الٹ " جب الٹی تو اس کے نیچے ایک مٹھی سونے کے دینار تھے آپ نے فرمایا" اسے لے جا کر فقیروں کو صدقہ دے " جب میں نے دیا تو فرمایا" چند روز تک تو ہماری خدمت میں رہو " میں نے عرض کی کہ بندہ فرمانبردار ہے پھر خواجہ عثمان ہارونیؒ نے خانہ کعبہ کی طرف سفر اختیار کیا۔ پھر خانہ کعبہ کی زیارت کی اس جگہ بھی خواجہ صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خدا کے سپرد اور خانہ کعبہ کے پرنالے کے نیچے اس دُرویش کے بارے میں دعا کی تو آواز آئی کہ " ہم نے معین الدین کو قبول کیا" جب وہاں سے لوٹ کر ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئے تو فرمایا کہ سلام کر۔ میں نے سلام کیا۔ آواز آئی علیکم السلام۔ اے سمندر اور جنگل کے مشائخوں کے قطب۔ جب یہ آواز آئی تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ " تیرا کام مکمل ہو گا " ...... اسی طرح دس سال تک میں خواجہ صاحب کی خدمت میں سفر کرتا رہا۔ اس کے بعد آپ سفر سے واپس آئے اور بغداد میں گوشہ نشین ہوئے اس کے بعد پھر دس سال تک لوٹا اور سونے کا کپڑا سر پر لپیٹ کر سفر کرتا رہا"۔

مندرجہ بالا عبارت میں کسی نے اپنی طرف سے کوئی تبصرہ یا روایت نہیں کی ہے بلکہ یہ خواجہ صاحب کی ہی تحریر کا اردو ترجمہ ہے۔ غرض یہ کہ خواجہ صاحب نے بیس سال سخت ریاضت اور مجاہدے میں گزارے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواجہ صاحب کو بشارت دی کہ ہندوستان جاؤ ہم تمہیں وہاں کا والی مقرر کرتے ہیں چنانچہ آپ سلطان الہند کے نام سے مشہور ہوئے۔ سب سے پہلے لاہور

تشریف لائے اور حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر چلہ کیا اور حضرت داتا گنج بخشؒ کی شان یوں بیان کی کہ:

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

یہ شعر آج بھی سنگ مرمر کی ایک لوح پر لکھا ہوا داتا صاحب کے مزار اقدس پر موجود ہے۔ خواجہ صاحب لاہور سے ملتان پھر دہلی اور بالآخر اجمیر شریف پہنچے یہ مبارک دن عشرہ محرم کا تھا کہ آپ ۱۰ محرم ۵۶۱ھ کفر و ظلمت کی فضا میں اسلام کے مہر ورخشاں کی طرح اجمیر شریف میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہاں پر تھوی راج حکمراں تھا اس نے آپکو، اجمیر شریف سے نکل جانے کا حکم دیا۔ جب راجہ کا قاصد پیغام لایا تو آپکی زبان مبارک سے بے ساختہ نکلا ''جانے والا چلا جائے گا'' ایک اور روایت کے مطابق آپ نے فرمایا ''ہم نے اسے زندہ گرفتار کیا اور لشکر اسلام کے سپرد کر دیا''۔ ادھر آپ نے ارشاد فرمایا ادھر سلطان شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج پر حملہ کر دیا جو لشکر اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مارا گیا۔ پھر آپ کے فیضان نظر سے برصغیر میں اسلام کا غلبہ ہوا اور اجمیر شریف مرکز ہدایت بنکر ابھرا جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ نجیب الطرفین سید ہیں آپ کا سلسلۂ طریقت پندرہویں پشت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سے ملتا ہے آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی سید غیاث الدین حسن اور والدہ ماجدہ کا نام ماہ نور تھا۔ آپ کی ولادت شہر

سنجر ایران میں ہوئی۔ یوم ولادت ۱۴ رجب ~~۵۳۶ھ~~ ہے آپکے خلفاء میں بہت سے مشاہیر گزرے جن میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار (کاکیؒ) حضرت خواجہ حمید الدین ناگوریؒ اور حضرت خواجہ فخر الدینؒ خاص کر قابل ذکر ہیں۔ دیگر خواجگانِ چشت میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مرید خاص بابا گنج شکر فریدؒ بہت مشہور ہیں اور انسے ہی فریدی سلسلہ چلا ہے انکے مرید خاص نظام الدینؒ اولیاء ہیں جن سے نظامیہ سلسلہ چلا ہے اور انکے ہی دوسرے خاص مرید حضرت علاء الدین صابرؒ ہیں جن سے صابری سلسلہ چلا ہے ان سب سلسلوں کا ماخذ خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ہی سلسلہ ہے جو برصغیر میں چشتیہ سلسلے کے بانی ہیں۔

سُہروردیہ سلسلہ:

سہروردیہ سلسلہ کا شمار دنیا کے ان چار اہم ترین سلسلوں میں ہوتا ہے جو برصغیر پاک وہند میں بے حد معروف ومقبول ہیں۔ اس سلسلہ عالیہ کا مرکز برصغیر میں شہر ملتان ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ برصغیر میں اس سلسلے کے بانی حضرت زکریا ملتانیؒ ہیں۔ جنکا لقب بہاالدینؒ ہے۔ ملتان کے رہنے والے اور وہیں مدفون ہیں۔ وہ بانیٔ سلسلہ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے ہاتھ پر براہ راست بیعت انکے مرید اور خلیفہ اور خود ایک بڑے صاحب مرتبہ کامل ولی اللہ تھے۔ آپکے سلسلے اور آل میں سہروردیہ سلسلہ کے معروف اکابر بزرگ ہیں جن میں شیخ صدر الدینؒ اور حضرت شاہ رکن عالمؒ خاص کر معروف ہیں۔

اور شاید بر صغیر میں ملتان کے بعد بدایوں وہ دوسرا شہر ہے جس میں اس سلسلے کے بہت سے اکابر مدفون ہیں۔ ان میں خاص کر قابل ذکر نام حضرت سید اعزالدین سہر وردیؒ کا ہے جو عمر میں بانیٔ سلسلہ سہر وردیہ سے بڑے مگران کے ہاتھ پر بیعت تھے ۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کے سولہویں پوتے اور سلطان العارفین حضرت شیخ حسن شیخ شاہیؒ اور موئے تاب حضرت بدرالدین شاہ ولایتؒ اور حضرت عثمان سہر وردیؒ کے والد بزرگوار اور صاحب مرتبہ تھے ان اکابر اولیائے کرام کے علاوہ میرے جدامجد حضرت شیخ مطیع اللہ سہر وردیؒ بھی سید صاحب کے خلیفہ اور سہر وردیہ سلسلے کے ایسے بزرگ تھے جنکی سنتیں عصر کی بھی کبھی قضا نہیں ہوئی تھیں۔ یہ تمام بزرگان بدایوں میں مدفون ہیں انکے علاوہ بھی سہر وردیہ سلسلے کے بہت سے بزرگ وہاں ہیں۔ جہاں تک کراچی کا تعلق ہے تو وہ بھی اس سلسلہ فیضان سے خالی نہیں، یہاں میری ملاقات سہر وردیہ سلسلہ کے ایک قابل احترام بزرگ حضرت میاں محمود عالم سہر وردی سے رہی ہے جن کا وصال حال ہی میں ہوا ہے اور کراچی میں مدفون ہیں۔ نہایت خوبصورت، خوب سیرت، خوش مزاج اور خوش اخلاق بزرگ تھے۔ انکے پیر صاحب الحاج چوہدری محمد اقبال حمید سہر وردی کا مزار شریف بھی کراچی میں ہے۔

سلسلۂ سہر وردیہ کے بانی حضرت ابو حفص عمرؒ بن محمد ہیں۔ جو شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہر وردیؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ زنجان کے جنوب میں ایک قصبہ "سہر ورد" میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سنہ ولادت ۵۳۶ ہجری ہے۔

آپ کا سلسلۂ نسب تیرہویں پشت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔ یعنی آپ کا نسب نامہ درج ذیل ہے:

(۱) حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمرؒ

(۲) حضرت شیخ محمدؒ

(۳) حضرت شیخ عبداللہؒ

(۴) حضرت شیخ محمد عمویہؒ

(۵) حضرت شیخ سعدؒ

(۶) حضرت شیخ قاسمؒ

(۷) حضرت شیخ علقمہؒ

(۸) حضرت شیخ نصرؒ

(۹) حضرت شیخ معاذؒ

(۱۰) حضرت شیخ عبدالرحمٰنؒ

(۱۱) حضرت شیخ قاسمؒ

(۱۲) حضرت شیخ محمدؒ

(۱۳) حضرت ابو بکر صدیقؓ

سلسلۂ طریقت جو امام حسین علیہ السّلام کی معرفت حضرت علیؓ سے ملتا ہے ۲۰ واسطوں پر مشتمل ہے اور دوسرا سلسلۂ طریقت جو خواجہ حسن بصریؒ کی معرفت حضرت علی مرتضیٰؓ سے ملتا ہے وہ ۱۷ واسطوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے

سرکار غوث پاکؒ نے براہ راست فیض حاصل کیا ہے۔ فیض صحبت بھی اور فیض روحانی بھی۔ آپ کے لئے حضرت پیران پیر نے فرمایا "اے عمر تم عراق کے مشاہیر کے آخر ہو" آپ نے کسب علوم بغداد میں کیا ہے اور خلیج فارس کے جزیرہ عبادان میں عرصہ دراز تک گوشہ نشینی کی ہے اپنے چچا حضرت ضیاالدینؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا ہے۔ آپ عام طور پر اپنی آنکھیں بند رکھتے تھے۔ کسی نے درست کہا ہے کہ جب باطن کی آنکھ کھلتی ہے تو چشم ظاہر حقیر ہو جاتی ہے ایک روایت کے مطابق آپکی تصانیف کی تعداد بیس کے قریب ہے۔ جن میں سے بعض نایاب ہیں اور بعض کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ مشہور کتاب "عوارف المعارف" اکابر اولیاء کے زیر مطالعہ رہی ہے آپ کا وصال ۶۳۲ھ میں یعنی خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے وصال سے ایک سال قبل اور سرکار غوث پاکؒ کے وصال کے ۷۲ سال بعد ہوا ہے۔

نقشبندیہ سلسلہ:

یہ سلسلہ حضرت خواجہ محمد بہاالدین نقشبندؒ کا سلسلہ ہے اسی نسبت سے اسے نقشبندیہ سلسلہ کہا جاتا ہے۔ نقشبند کے تسمیہ سے متعلق کئی روایات اور تعبیریں ہیں۔ علامہ بدر الدین سرہندیؒ کی حضرات القدس کے دفتر اول کے مطابق "جب آپ حضرت خواجہ مولانا زین الدینؒ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو صبح کی نماز کے بعد مولانا اورادِ جہریہ میں مشغول ہوئے اور حضرت خواجہ بھی

آکر بیٹھ گئے مولانا نے فرمایا کہ اے خواجہ ہمارا نقش بھی باندھو۔ یعنی ہمارے حال پر توجہ فرمائیں، حضرت خواجہ نے بطور تواضع کے جواب دیا کہ ہم خود نقش بننے کے لئے آئے ہیں۔ اس کے بعد مولانا آپکو مکان پر لائے اور آپ کی ضیافت کی اور دونوں کی باہم بڑی صحبت رہی تین دن تک آپ نے ان پر توجہ فرمائی غالباً اسی روز سے آپ کا لقب نقش بند ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ آپکی پہلی صحبت میں "ماسوا" کا نقش سالک کے دل سے مٹ جاتا تھا اسلئے آپ نقش بند کے لقب سے مشہور ہوئے ہوں اور چونکہ نقش بند صورت بنانے والا اور پیدا کنندہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ اس لئے کہ جس وقت "تکوین" آپ کو عنایت ہوئی ممکن ہے کہ نقشبند بھی خطاب بارگاہ رب العزت سے آپکو سرفراز ہوا ہو"۔ آپ کا نام محمد بہاالدینؒ تھا۔ لقب نقشبند تھا۔ ولادت آپکی ایک گاؤں قصر عارفاں میں ہوئی جو بخارا سے ایک کوس پر ہے پہلے اس کا نام "کوشک ہندواں" تھا بعد میں قصر عارفاں ہوا۔ یہی آپ کی جائے وفات بھی ہے۔ ولادت آپکی ماہ محرم ۷۱۲ھ ہے اور ایک روایت کے مطابق سن ولادت ۷۱۸ھ ہے۔

بخارا سے تین کوس پر ایک قصبہ "سماس" ہے وہاں کے ایک بڑے مشہور بزرگ حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ گزرے ہیں جب آپ کوشک ہندواں سے گزرتے تھے تو فرماتے تھے کہ اس خاک سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے اور بہت جلد یہ کوشک ہندواں قصر (عارفاں) بن جائے گا۔ جب حضرت خواجہ بہاالدین نقشبندؒ کی ولادت کو تین دن گزرے تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ خوشبو اور زیادہ تیز

ہو گئی ہے۔ غالباً وہ مرد خدا پیدا ہو گیا ہے۔

آپ کے جدامجد نومولود کو لیکر حضرت محمد بابا سماسی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بابا نے فرمایا کہ ہم نے اسے اپنی فرزندی میں قبول کیا یہ ہمارا فرزند ہے پھر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا یہ وہی مرد خدا ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی پھر آپ نے اپنے مرید خاص اور خلیفہ حضرت سید امیر کلالؒ کو انکی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری سپرد کی حضرت خواجہ نقشبند کی نسبت ظاہرہ حضرت امیر کلال سے ہی ہے۔ مگر نسبت اویسی حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ سے ہے جنکی روحانیت سے آپ کی تربیت باطنی ہوئی ہے۔ معاصر اولیاء کرام کا طریقہ "ذکر الٰہی" ذکر جہری یعنی باآواز بلند ذکر کرنا تھا مگر اس کے برخلاف حضرت خواجہ بہاالدین نقشبندؒ نے دل میں ذکر کا طریقہ یعنی ذکر خفی اختیار کیا جو آپ کے سلسلے کا طریقہ ہے۔ اس طریقہ ذکر سے متعلق حضرات القدس دفتر اول میں جہاں خواجہ صاحب کا بیان ہے تحریر ہے کہ "ذکر خفی کی حقیقت وقوف قلبی سے میسر ہو سکتی ہے اور وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ خود دل بھی نہیں جانتا کہ وہ ذکر میں مشغول ہے۔

حضرت خواجہ بہاالدین نقشبندی کی نسبتوں کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں ایک نسبت اویسی کا ذکر پہلے آچکا ہے انکی دوسری نسبت حضرت خضر علیہ السلام سے ہے ایک نسبت حضرت جنید بغدادیؒ سے ہے ایک حضرت بایزید بسطامیؒ کی معرفت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے اور ایک نسبت حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ہے۔

جہاں تک طریق نقش بندیہ کا تعلق ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ مضبوط وسیلہ ہے۔ سنت نبی کریم ﷺ کی بدرجہ کمال اقتدا کرنا اور آثار صحابہ کی پیروی کرنا۔ اس راستہ میں ہمکو محض فضل سے لایا گیا ہے۔ آخر تک ہم اسی فضل حق سبحانہٗ کا مشاہدہ کرتے ہیں نہ اپنے عمل کا۔ ہمارے طریقے میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں مگر اتباع کی رعایت بہت بزرگی والا کام ہے۔ ہمارا طریقہ صحبت یعنی ملے جلے رہنے کا ہے۔ خیریت جمیعت میں ہے اور جمیعت صحبت میں ہے۔ ہمارے طریقہ میں یہ بھی ہے کہ سالک کو نہیں جاننا چاہئے کہ وہ کس مقام میں ہے تاکہ یہ دانست اس کے راستہ کا حجاب نہ بنے خدا کی معرفت کے تین راستے ہیں۔ مراقبہ، مشاہدہ، اور محاسبہ۔ سلسلۂ نقشبندیہ کو برصغیر میں پھیلانے والی شخصیت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی ہے۔

ان چاروں اولیائے کاملین کے سلسلوں کے اپنے اپنے نظام اور طریق ہیں۔ سب کے ذکر و وظائف اوراد و مشاغل جدا جدا ہیں۔ تفصیلات میں فرق ہے مگر اساس ایک ہی ہے ہر سلسلہ میں نیابت و خلافت اور اجازت ایک طرف اور ارادت دوسری طرف ہے باقاعدہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت ہے۔ سجادہ نشین خلیفۂ وقت ہی مریدوں کے لئے "سب کچھ" ہے اور خود خلیفہ کے لئے اپنا پیر سب کچھ ہے سب کے اپنے اپنے شجرے ہیں اور نفوس کی ریاضت و تربیت کے لئے طریق و ضوابط مقرر ہیں۔ ان خانقاہی طریقوں سے ہٹ کر ایک اور طریق فیضان ہے جسے نسبت اویسی کہتے ہیں اور ایک اور مرتبہ ہے جسے فقیری کہتے ہیں۔

نسبت اویسی:

اویسی نسبت میں نہ کوئی شجرہ ہوتا ہے نہ نیابت اور خلافت ہوتی ہے نہ روایتی خانقاہ ہوتی ہے نہ ظاہرہ کوئی تربیتِ نفس باقاعدگی سے ہوتی ہے نہ مسند نہ دست بوسی وپابوسی نہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت نہ مرید کی ویسی ارادت' یہ سلسلہ خالص فیض روحانی کا سلسلہ ہوتا ہے جس میں کسی کامل بزرگ کی روحانی، کسی طالب کی روحانی پر مہربان ہو جاتی ہے اور فیض روحانی جاری ہو جاتا ہے جیسے حضرت اویس قرنیؓ کو حضور نبی اکرم ﷺ سے نسبت تھی کہ ظاہر میں کبھی ملے نہیں تھے مگر فیضان کا یہ حال تھا کہ دوسری مثال مشکل ہے۔ روحانی سے روحانی کا رابطہ اس نسبت میں محبت کے ذریعہ ہوتا ہے اور محبت بھی وہ جو روح کو روح سے ہوتی بلکہ عطا کی جاتی ہے۔ نیابت و خلافت و شجرہ کی رو سے اگر دیکھئے تو اسے سلسلہ کہہ ہی نہیں سکتے اور اگر سلسلہ کہیں تو یہ دنیا سے انوکھا اور نرالہ ہوتا ہے۔ یہاں کڑی سے کڑی نہیں ملتی بلکہ سب ایک ہی کڑی میں پیوستہ و سربستہ ہوتے ہیں۔ یہاں طالب مرشد کی تلاش نہیں کرتا بلکہ مرشد خود طالب کی دستگیری کرتا ہے۔ سلسلۂ رشد و ہدایت خوابوں، مراقبوں اور مکاشفوں کے ذریعہ رہتا ہے۔ یا کسی ایسے داخل سلسلہ بزرگ کی صحبت کے ذریعہ جو خود براہ راست صاحب سلسلہ سے باطنی

طور پر مربوط ہوں۔اس میں وظائف و اوراد مخصوص و محدود ہوتے ہیں لیکن اوراد کی استقامت کو اہمیت دی جاتی ہے۔ بر صغیر میں اسکی ایک معروف مثال حضرت سلطان باہوؒ کا سلسلہ ہے جنہیں سرکار غوث پاکؒ سے نسبت اویسی حاصل ہے۔

فقیری:

اویسی نسبت میں صاحب سلسلہ ہو کہ افراد سلسلہ انہیں کسبی علوم کی تربیت لازمی نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ سلسلہ تبلیغی نہیں ہوتا جسکے لئے علم کلام و حدیث وفقہہ ضروری ہے۔بانیٔ سلسلہ ہو کہ افراد سلسلہ بالعموم سلوک کی ایک خاص راہ فقر کے راہی ہوتے ہیں اور یہ فقر کی راہیں فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر سے نکلتی ہیں جس کا خرقہ حضور نبی کریم ﷺ سے براہ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ،کو عطا ہوا تھا اور یہ وہی فقر ہے جسکے لئے سرکار دو عالم نے فرمایا کہ "الفقر فخری والفقر منّی" یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے کیسی عجیب بات ہے کہ سرکار دو عالم نے نبوت یا رسالت کو اپنا فخر نہیں کہا بلکہ فقر کو کہا آپ خود اندازہ فرمائیے کہ ولایت تو وہ مرتبہ ہے کہ جو سرکار دو عالم ﷺ کے بعد شروع ہوا مگر فقیری وہ ہے جو خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے شروع ہوئی۔

سرکار کی حدیث شریف ہے کہ:

خلقت العلماء من صدری و خلقت السادات من صلبی و خلقت الفقراء من نور اللہ تعالیٰ.

یعنی علماء میرے سینہ سے پیدا ہیں اور سادات میری پیٹھ سے پیدا ہیں اور فقراء اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہیں۔

ایک اور حدیث شریف ہے کہ:

خلق اللّٰہ تعالی کل شیء من طین الارض و خلقت الفقراء من طبین الجنّه

یعنی اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق زمین کی مٹی سے پیدا کی اور فقراء جنت کی مٹی سے پیدا کئے۔

اس حدیث شریف سے فقراء کی برتری کے ساتھ جو ایک اور بات ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ فقر عطا کیا جاتا ہے حاصل نہیں کیا جاسکتا اگر کوئی اللہ کے نور اور جنت کی مٹی سے بنا ہے جب ہی فقیر ہوگا ورنہ نہیں۔ توفیق الہدایت میں حضرت سلطان باہوؒ لکھتے ہیں کہ "فقر نور الٰہی سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ تمام جہان کا ظہور نور فقر سے ہوا۔ فقر ہدایت ہے۔ فقر نور حق کی ایک صورت ہے۔ جو اس درجہ خوبصورت ہے کہ دونوں جہاں اس کے شیدا اور اس پر فریفتہ ہیں لیکن فقر کسی کی طرف توجہ نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضرت محمد ﷺ کی اجازت سے

فقر رحمت رازِ وحدت نور حق
زیرِ پائے فقر باشد ہر طبق

ایک التماس:

اس تحریر کو پڑھنے والوں سے ایک گزارش ہے کہ آئندہ سطور میں جو کچھ

بیان کر رہا ہوں اگر انکے ظرف میں سما سکے تو اسے جذب کرنے کی کوشش کریں اور اگر انہیں غیر منطقی اور خلاف عقل محسوس ہو تو براہ کرم پڑھا ہوا بھول جائیں اس میں تمسخر یا تضحیک کا پہلو نہ آنے دیں اسے تنقید کا موضوع نہ بنائیں۔ اسے عالم اسباب کے پیمانوں پر نہ ناپیں اسے دل سے پڑھیں نفسانی شعور سے نہیں اور اگر پھر بھی اس میں انہیں حقیقت کے جلوے نہ دکھائی دیں تو میرے لیے دعائے خیر کریں کہ میں راز کی بات سر عام بیان کرنے اور خواص کے مسائل کو عوام میں لانے کا خطاکار نہ گردانا جاؤں اور اگر یہ میری خطا ہی قرار پائے تو سرکار کے طریقۂ فیضان کے مطابق خطا پر عطا ہو' سزا نہ ہو۔ آمین۔

فقر کے ہی ضمن میں سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کروں کہ اس دنیا میں صرف سات ہستیاں ایسی ہیں جنہیں فقر کی ہستیاں کہا جاتا ہے۔ ویسے فقراء کتنے گزرے ہیں اور گزرینگے یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور کون کس مرتبہ کا فقیر ہے یہ بھی اللہ کو ہی معلوم ہے لیکن وہ عظیم ہستیاں جن سے فقر پھیلا ہے یا پھیلے گا، وہ صرف سات (۷) ہیں۔ ان میں پہلی ہستی حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کی ہے جو فقر کے بادشاہ ہیں بعض روایات کی رو سے دوسری ہستی خاتون جنت کی ہے اور بعض کے نزدیک دوسری ہستی حضرت خواجہ حسن بصریؒ ہیں۔ تیسری ہستی حضرت غوث اعظمؒ دستگیر ہیں اور انکے بعد بعض کے نزدیک ان کے صاحبزادے شاہ عبد الرزاقؒ ہیں۔ فقر کی پانچویں ہستی حضرت سلطان باھوؒ ہیں فقر کی چھٹی ہستی وہ بزرگ و برتر اور عظیم ذات ہے جو اپنی تمام عظمتیں پردۂ اخفا میں لئے ہوئے ۱۹۶۴ء

میں اس عالم فانی سے گزر گئی۔ ان کا مزار اقدس پنجابی قبرستان ریکسر لائن کراچی میں ہے۔ جن کا اسم گرامی غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ تھا اور جو اپنے حلقے سلسلے یا غلاموں میں ابا جیؒ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ محمد ظہیر نظامی اپنی کتاب " اباجیؒ" میں صفحہ چودہ اور پندرہ پر رقم طراز ہیں کہ "چنانچہ حضرت باہو کے بعد حضرت اباجیؒ کو قادری سروری سلسلے کی رہنمائی کے لئے منتخب کیا گیا اور قادری سروری سلسلے کے اس شرف کو ڈھائی سو سال بعد حضرت اباجیؒ کو عطا کیا گیا اور آپ فقر کی چھٹی ہستی قرار پائے"۔ ساتویں ہستی کا ابھی ظہور نہیں ہوا ہے۔

حضرت اباجیؒ:

حضرت اباجیؒ کا اسم گرامی غلام محمدؒ ہے۔ آپ کا یہ نام ہی اسکول میں اور ملازمت کے رکارڈ میں موجود ہے اور قیام بغداد کے دوران خواب یا مراقبوں میں سرکار کی مخاطبت بھی اِسی نام سے رہی ہے۔ ایک روایت یہ ہے کی ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اباجیؒ سے فرمایا کہ ہم نے "آج تیرا نام غلام احمد رکھا" اس کا رمز یہ ہے کہ جیسے شریعت میں اور کلمۂ طیبہ میں سرکار کا نام محمدؐ ہے اور حضرت عیسیٰؑ نے آپکے مبعوث ہونے کی جو بشارت دی ہے احمد ﷺ کے نام سے ہے۔ جو واقف رموز ہیں کہتے ہیں کہ عالم ظاہر میں آپ کا نام محمد ﷺ اور باطن میں احمد ﷺ ہے۔ اسی طرح حضرت اباجیؒ کا نام عالم ظاہر میں غلام محمدؒ اور عالم باطن میں غلام احمدؒ ہے۔ چنانچہ آپ کا نام غلام محمدؒ اور بعض جگہ غلام احمدؒ تحریر ہوا

ہے۔ مگر ہم سب انہیں ابا جیؒ کہتے ہیں۔ آپ نے خود اپنے سلسلہ کو ایک برادری کی شکل دی تھی اور فرماتے تھے تم سب آپس میں ایک دوسرے کے غلام بھائی ہو اور مجھے تم اباجیؒ کہا کرو۔

حضرت اباجیؒ کی عمر وصال کے وقت تقریباً ۷۵ پچھتر برس تھی۔ اور آپ کا وصال ۱۶ اپریل ۱۹۶۴ء بروز منگل مطابق ۲۳ ذیقعد ۱۳۸۳ھ کو کراچی میں ہوا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سنہ ولادت تقریباً ۱۸۸۹ء کے لگ بھگ ہے اور سنہ ہجری تقریبا ۱۳۰۸ھ ہے۔

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی خیر یتی بخش تھا آپ کپورتھلہ مشرقی پنجاب کے رہنے والے تھے اور آپ کے آباواجداد بیکانیر سے کپورتھلہ آئے تھے جو اباجیؒ کا مولد و مسکن رہا۔ ۱۹۴۷ء میں کپورتھلہ میں ہندو مسلم فسادات پھیل گئے اور جب تشکیل پاکستان ہوئی تو حضرت اباجیؒ نے سنت نبوی کی تکمیل میں وہاں سے ہجرت فرمائی اور لاہور میں قیام پذیر ہوئے وہاں سے گوجرانوالہ میں عارضی قیام کیا پھر کراچی تشریف لے آئے۔ آپ کا تعلق شرفائے پنجاب کے ایک متوسط گھرانے سے تھا۔ آپکے والد بزرگوار راجہ کپورتھلہ کے توشہ خانے کے مہتمم تھے اور ایک چھوٹے زمیندار تھے۔ اباجیؒ نے اس دور کے تقاضوں کے مطابق علوم دنیوی کی رسمی تعلیم مڈل تک حاصل کی تھی۔ ریاست کپورتھلہ میں آپ نے پٹواری کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں اور ابتر مالی حالات میں کسبِ حلال کے لئے محنت مزدوری کی سنت بھی ادا کی بلکہ ایک زمانے میں تو ایک ٹھیلہ خرید کر اس پر

شربت بھی بیچا ہے۔ ویسے تشنگاں کی سیرابی تو آپ نے ہمیشہ ہی کی اب بھی کر رہے ہیں اور کرتے رہینگے۔

کپورتھلہ کے ایک نیک پرہیزگار اور عبادت گزار بزرگ عبدالرحمٰن جو اپنی اکثر راتیں قبرستان میں عبادت کر کے بسر کرتے تھے آپ کے خسر محترم تھے۔ جنکی بیٹی رحیمہ بی بی سے آپ کی شادی ہوئی۔ شادی کے وقت آپکی عمر ۲۱ سال تھی۔ یعنی اس عمر میں شادی کر کے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سنت پوری کی رحیمہ بی بی جنہیں ہم سب "ماں جی" کہتے ہیں خود ایک ولیہ تھیں اور اباجی کے پاس طالب کی حیثیت سے آنے والوں کو ماں کی سچی شفقت دیتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ وصال سے چند سال قبل اور اباجیؒ کے وصال کے چند سال بعد شعبان کی پندرہویں شب جب قادری منزل پر حسب معمول شب بیداری ہو رہی تھی اور غلام نوافل ادا کر رہے تھے تو ماں جی ایک ایک کو دعائیں دیتی ہوئی سرکار کے الطاف واکرام کے تذکرے فرما رہی تھیں۔ اچانک مجھ پر انکی نظر کرم ہوئی اور میرا ہاتھ ہاتھ میں پکڑا اور اپنے سینہ پر لگا کر فرمانے لگیں "دیکھ پُتر سرکار کی کتنی توجہ آ رہی ہے" بے شک ان کا قلب اسم اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ اباجیؒ کے عرس شریف کے موقع پر میں اسپتال میں داخل تھا۔ ماں جی نے ختم شریف کے فوراً بعد بغیر سلا ہوا ایک جوڑا حضرت سید شبیر علی قادریؒ کو دیا کہ یہ فائق کے لئے ہے اسے پہنچا دینا۔ حالانکہ میں اباجیؒ کے سلسلے میں کوئی معروف شخصیت نہیں تھا بلکہ میں تو اباجیؒ کے وصال کے بعد داخل سلسلہ

ہوا تھا۔ جبکہ سلسلے کی بہت سی قابل تعظیم ایسی بزرگ ہستیاں جنہیں اباجیؒ سے فیض صحبت بھی حاصل تھا اور فیض روحانی بھی، جنکی خاک پا کو میں اپنے لئے باعث اعزاز جانتا ہوں کثیر تعداد میں موجود تھیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ماں جیؒ کی شفقت اور محبت صرف برگزیدہ ہستیوں کا ہی حصہ نہیں تھی بلکہ ان کا فیض بھی عام تھا۔ ماں کی سی وہ سچی شفقت جو دین و دنیا میں موجب برکات ہے۔ یہ تو غلاموں کے ساتھ ایک مشفق ماں کا رویہ تھا۔

اسی طرح اباجیؒ کے ساتھ بھی ان کا برتاؤ فرمانبردار شریک حیات والا تھا۔ یہ شریف النفسی اباجیؒ کی قربت اور تربیت کا بھی نتیجہ تھی اور اپنے والد بزرگوار کا ورثہ بھی تھا۔ جو خود اپنی صفات میں ولیوں کی طرح تھے۔ انکے ایک بیٹے یعنی اباجیؒ کے برادرِ نسبتی بغداد شریف میں برسر کار تھے۔ جنکی معاونت سے حضرت اباجیؒ کو بغداد شریف میں ریلوے کے محکمے میں ایک کلرک کی حیثیت سے ملازمت مل گئی۔ یہ ملازمت ایک جانب تو کسبِ حلال کا ایک ذریعہ تھی اور دوسری جانب سرکار غوث پاکؒ کی طرف سے اپنے روضۂ اقدس سے بھی اباجیؒ کو قریب کرنا تھا۔ چنانچہ قیام بغداد کے دوران سرکار غوث پاکؒ کے مزار اقدس پر اکثر آپ کا جانا ہوتا تھا۔ اور خاص کر جمعہ کو باقاعدگی سے حاضری دیتے تھے۔ رات کو دیر تک قیام فرماتے اور مزار اقدس کے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی فرماتے۔ خواب میں اکثر حضرت غوث پاکؒ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔

ایک دن وقت حاضری آپ آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے کہ حضرت غوث

پاکؒ تشریف فرما ہوئے۔اور خود تصدیق فرمائی کہ میں ہی غوث الاعظمؒ ہوں،اباجیؒ نے عالم حیرت میں آنکھ کھولدی مگر اسکے بعد بھی وہ نظارہ قائم رہا۔چند ساعت نظر سے نظر ملی اور سرکار نے دینوی نعمتوں کے خزانے اباجیؒ کو عطا فرمادیئے۔اس لمحے کے بعد سے جو کچھ پردۂ اخفا میں تھا چشم ظاہر کے مشاہدے میں بھی آگیا اور اباجیؒ کا جو حال ہوا وہ خود ہی جانتے ہیں۔یا اللہ اور اسکا رسول بہتر جانتا ہے۔

چند مراقبے مکاشفے اور خواب:

ایک مرتبہ حضرت سید نظام الدین قادریؒ نے جنہیں اباجیؒ کی محبوبیت حاصل تھی اور اباجیؒ نے بیٹا بنایا تھا عالم مراقبہ میں سرکار غوث الاعظمؒ سے درخواست کی ”یا سیدی مجھے میرے اباجیؒ کے روحانی مقامات سے آگاہ فرمایئے، سرکار نے درخواست منظور فرمالی اور ارشاد فرمایا کہ اوپر دیکھ حضرت نے نظر اوپر کی تو کیا دیکھا کہ حضرت اباجیؒ بلند فضاؤں میں اس طرح کھڑے ہیں کہ آپ کے پیر کا تلوا نظر آرہا ہے اور اس میں وہ تمام منازل و مراتب اور مقامات و مدارج صاف نظر آرہے ہیں جن پر اولیاء کرام کا بصد اعزاز گزر ہوتا ہے۔اور جو خود حضرت نظام الدین قادریؒ اباجیؒ کی عنایت سے طے کرچکے تھے اس مشاہدے کے ساتھ ہی سرکار نے فرمایا کہ یہ تو تیرے اباجیؒ کا ادنیٰ مقام ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ خود جانیں اور ان کا اللہ جانے۔

کیا نرالی شان ہے کیا عظمت یکتائی ہے
جسکے شیدا آپ ہیں وہ آپ کا شیدائی ہے
کون سمجھے گا حقیقت اور کس نے پائی ہے
معتبر شاہد ہے جس سے یہ شہادت آئی ہے

آپ کے نقشِ کفِ پا میں نہاں سارے مقام
السّلام اے تاجدارِ بزم عرفاں السّلام

ایک مرتبہ ایک غلام نے جو داخل سلسلہ نہیں ہوئے تھے اور اباجیؒ سے واقف بھی نہیں تھے۔ ایک خواب دیکھا کہ ایک بڑی عالی شان مسجد ہے اس میں نماز کے لئے صفیں درست کی جارہی ہیں لوگوں کا بڑا مجمع ہے کہ یہ صاحب وضو سے فارغ ہو کر اپنے ہاتھ منہ اپنے ہاتھوں سے پوچھتے ہوئے اور آستینوں کے بٹن بند کرتے ہوئے تیسری یا چوتھی صف تک پہنچے ہیں اور وہاں نیت باندھنے کے لئے کھڑے ہو رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرمارہے ہیں کہ عین انکے پیچھے پہلی صف میں ایک بزرگ کھڑے ہیں انہوں نے پلٹ کر پیچھے کی طرف دیکھا اور اپنا بایاں ہاتھ بڑھا کر انکے دائیں بازو کو پکڑا اور اپنے بائیں جانب دو بزرگوں کے بعد پہلی صف میں لا کھڑا کیا خواب ختم ہو گیا۔ تین چار سال بعد اسباب ایسے بنے کہ ان صاحب کو اباجیؒ کے وصال کے بعد حاضری اور غلامی کا شرف حاصل ہوا اور اباجیؒ سے واقفیت حاصل ہوئی انکی تصویر دیکھی تو یہ تو وہی بزرگ تھے۔ جنہوں نے کئی سال قبل عالم خواب میں ہاتھ پکڑ کر انہیں پہلی صف میں لا کھڑا کیا

تھا۔اب سوچیئے کہ یہ خواب تھا یا حقیقت۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

حضرت سید شبیر علی قادریؒ نے مجھے کسی غلام کا یہ مراقبہ یا خواب سنایا کہ انہوں نے دیکھا کہ فضاء میں ایک نورانی تخت بلند ہوا۔اسمیں کوئی بزرگ تشریف فرما ہیں انکی تجلیات کا یہ عالم ہے کہ نگاہیں خیرہ ہو رہی ہیں۔ اور یہ صاحب ان بزرگ کا دیدار کرنا چاہتے ہیں مگر نظر نہیں ٹھیرتی۔ تخت کے برابر ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔جو کھلی آنکھ سے اللہ کا دیدار کر چکے ہیں۔ان سے اس غلام نے درخواست کی کہ میں ان بزرگ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں مگر نظر خیرہ ہو رہی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان بزرگ سے رجوع کر کے کہا کہ ایک غلام دید کی آرزو رکھتا ہے۔ مگر تاب نظر نہیں ہے کہ اچانک روشنی مدھم ہونا شروع ہوئی اور اب انکو نظر آیا کہ اس نوری تخت پر حضرت اباجیؒ تشریف فرما ہیں۔

ذہن و فکر و خیال جا نہ سکے چشم باطن بھی تاب لا نہ سکے
کوئی دیکھے بھی تو بتا نہ سکے آپکی گردِ پا کو پا نہ سکے

سطوت جم کہ شانِ دارائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

اباجیؒ کے ایک غلام جنہیں شرفِ ہم نشینی حاصل تھا اکثر یہ سوچتے تھے کہ بے شک یہ بزرگ تو بہت عظیم ہیں مگر میرے گناہ اس قدر زائد ہیں کہ میری نظر

میں بخشش محال ہے۔ یہ سوچ اکثر ان پر غلبہ کرتی تھی کہ انہوں نے دیکھا کہ دوزخ انکے سامنے ہے یہ وہاں کھڑے ہیں کہ حضرت اباجیؒ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ بڑھا کر دوزخ میں ڈالا اور اسکے آخری طبقہ سے ایک ایسے شخص کو پکڑ کر نکالا جو جل بھن کر سیاہ کوئلہ ہو چکا تھا۔ اس پر ایک نظر ڈالی کہ اسکی سیاہی ختم ہونے لگی وہ اپنی شکل پر آیا اور چہرہ منور ہونا شروع ہوا کہ چند ساعت میں نوری ہو گیا (اور شاید یہ بھی کہ اس نے دوسری روحانیوں کے ساتھ پرواز شروع کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا) پھر حضرت اباجیؒ نے ان غلام سے مخاطب ہو کر فرمایا "کیا اب بھی اپنے گناہوں سے ڈرتا ہے۔"

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ایک غلام جنہوں نے عالم ظاہر میں اباجیؒ کی دید کا شرف حاصل نہیں کیا تھا اور اکثر اس سوچ میں رہتے تھے کہ کاش کچھ پہلے پہنچ گیا ہوتا تو اباجیؒ کی قربت ظاہرہ کا شرف بھی حاصل ہو جاتا! یہ نیک آرزو بے شک اپنی جگہ مگر اب کیا ہو سکتا ہے وقت تو گزر چکا کہ انہیں کسی نے اپنے مراقبہ کے ذریعہ خبر دی کہ اباجیؒ فرمار ہے ہیں کہ "اس سے کہدو میں تیری شہہ رگ میں ہوں تیری چھوٹی سے چھوٹی ہر بات دیکھ رہا ہوں۔ تیرے حصہ کی جو نعمت ہے جب وقت آئے گا تجھے مل جائے گی سرکار کے فیصلے اٹل ہیں"۔ غور فرمائیے کہ وہ کون ہے جو شہہ رگ میں ہے؟ وہ کون ہے جو چھوٹی سے چھوٹی ہر بات دیکھ رہا ہے؟ وہ کون ہے جو نعمت تمام کرتا ہے؟ وہ کون ہے جسکے فیصلے اٹل ہوتے ہیں؟

اسکو انگور ہی میں رہنے دو
کیوں کھنچے کیوں حرام ہو جائے

ایک مرتبہ حضرت اباجیؒ نے فرمایا کہ جہاں درود تاج شریف پڑھا جاتا ہے۔ وہاں میرا فیض ہے خواہ پڑھنے والا کوئی بھی ہو کہیں بھی ہو۔ ایک غلام کو سوچ پیدا ہوئی کہ درود تاج پڑھنے والے تو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ امریکا، افریقا، یورپ، آسٹریلیا، ایشیاء، ان میں نہ معلوم کہاں کہاں درود تاج پڑھا جاتا ہے تو ہر جگہ اباجیؒ کا فیض جاری ہے! انہوں نے کیا دیکھا کہ پورا کرۂ ارض انکے سامنے ہے نور کی لہریں اس کرۂ ارض کے اطراف گردش کر رہی ہیں اور یہ لہریں اباجیؒ کی توجہ کی ہیں یہ دیکھ کر مطمئن تو کیا اپنی سوچ پر نادم ہوئے کہ بے شک اباجیؒ کا فیض محدود نہیں ہے۔

جو حامی ہمارا ہر افتاد میں ہے ہر اک رنج و غم آہ و فریاد میں ہے
غلاموں کے جو قلبِ آزاد میں ہے جو بطحا میں، طیبہ میں، بغداد میں ہے
وہی جلوہ فرما ہے جو وادی وادی
وہ محبوب غوث الوریٰ میرا ہادی

ایک مکاشفے کے مطابق اباجیؒ کے ایک غلام کو سرکار دو عالم ﷺ کے دربار میں عطائے نعمت و قبولیت کے لئے پیش کیا گیا۔ دربار میں موجود بعض اولیائے کرام نے درخواست کی کہ فیصلے سے پہلے غلام کے اعمال نامہ کو دیکھ لیا جائے۔ حضرت اباجیؒ نے ہاتھ بڑھا کر اعمال نامہ طلب فرمایا اور اپنے ہاتھ میں لیکر دیکھا تو

وہ خطاکاریوں اور گناہوں سے سیاہ ہو رہا تھا۔ حضرت اباجیؒ نے اس پر کرم کی نظر ڈالی اور وہ اعمال نامہ "جگمگ جگمگ جھل مل جھل مل" بالکل سنہرا ہو گیا۔ آپ نے وہ حاضرین کو دکھا کر کہا اعمال نامہ میں کیا بات ہے؟ سب بزرگان دین نے خاموش ہو کر سر تسلیم خم کر دیا۔ یہ اسی شان کا پرتو ہے جس کے لئے کہا گیا ہے کہ:

ترے کرم کا رسالت مآب کیا کہنا
ثواب ہو گئے سارے عذاب کیا کہنا

حضرت نظام الدین قادریؒ کو جوانی بلکہ آغاز جوانی میں ہی نعمت عطا ہو گئی تھی۔ تقاضۂ عمر کے مطابق آپ میں جوش و خروش بھی بہت تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ احمد آباد جانا ہوا۔ وہاں ایک بڑے صاحب مراتب بزرگ کے مزار پر حاضری دی اور نہ جانے کیا خیال آیا کہ مزار پر کھڑے ہو کر دعوت پڑھی اور بزرگ کی تمام نعمتیں سلب کر لیں ظاہر ہے کہ پشت پر اباجیؒ سرکار کی طاقت تھی اس لئے کامیاب رہے مگر ان بزرگ نے اس عمل پر حضرت نظام الدین قادریؒ کے خلاف شکایت گزار ہو کر استغاثہ دائر کر دیا۔ جس پر نظام الدین صاحبؒ کی باطنی طور پر طلبی ہو گئی اور انہوں نے دیکھا کہ وہ باطنی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہیں اور وہ بزرگ سامنے موجود ہیں کہ اتنے میں حضرت اباجیؒ اپنی شان جلال کے ساتھ داخل ہوئے آپ کی پیشانی سے ایک نورانی تیر نکلا جو ان بزرگ کے سینہ میں پیوست ہو گیا انہوں نے زور سے ایک آہ بھری اور حضرت اباجیؒ نے حضرت نظام الدینؒ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "چل پُتر ہو گیا فیصلہ"

کون سمجھے آپ کی چشم کرم کے زاویے　　کتنے خالی جام تھے جو اک نظر سے بھر دیئے

معنیءِ الفقر و فخری آپ نے واضح کئے　　تاج فقر رحمت اللعالمین سر پر لئے

محفل روحانیاں میں نائب خیر الانام

السلام اے تاجدارِ بزم عرفاں السلام

ایک مرتبہ ایک بزرگ حضرت اباجیؒ کی شان سے متعلق کچھ واقعات سن کر حضرت اباجیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ غلاموں کے ساتھ ایک کمرے میں تشریف فرما تھے۔ چشم ظاہر سے پتہ ہی نہیں چل رہا تھا کہ غلام کون ہیں اور آقا کون ہے۔ چنانچہ انہوں نے حاضر ہو کر فرمایا کہ یہاں کوئی ولی اللہ تشریف رکھتے ہیں؟ میں ان کے نیاز حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اباجیؒ نے تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ دیکھو یہ جو اتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان میں دیکھ لو ولی اللہ کون ہے "اَسی تو ولی گر ہیں" وہ بزرگ سادہ مزاج تھے کچھ نہ سمجھ سکے حقیقت بھی بیان ہو گئی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی مزاحِ مزاح پسندی کی سنت بھی پوری ہو گئی۔

ایک مرتبہ حضرت اباجیؒ جب بیماری سے صحت یاب ہوئے تو فرمایا مجھے سرکار نے بتایا ہے کہ یہ میری آخری بیماری تھی اب میں بیمار نہیں پڑوں گا۔ یہ سن کر لوگ بہت خوش ہوئے مگر کچھ آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا کہ وقت گزر ڈاکٹر نبض پر ہاتھ رکھے گا اور ہم چل دینگے۔ عقیدت مند سوچنے لگے کہ ہم آئندہ ڈاکٹر کو لے کر ہی نہیں آئینگے جو نبض پر ہاتھ رکھے مگر جب وقت آیا تو سب کے ذہن زیر تصرف تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر آیا آپ نے حقہ ایک طرف رکھا، بتیسی نکالی

تکیہ سر کے نیچے سے ہٹایا اور فرمایا لوڈاکٹر صاحب نبض دیکھو بس اتنا سنتے ہی سب کے ہوش اڑ گئے۔ آپ نے "حق کا نعرہ لگایا" ڈاکٹر نے نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ "بادشاہ لوگ تھے یہ تو گزر گئے۔"

فردا و دی کا تفرقہ یک بار مٹ گیا
تم کیا گئے کہ سب پہ قیامت گزر گئی

ایک مرتبہ حضرت اباجیؒ نے اپنے غلاموں سے فرمایا تھا کہ تم لوگوں سے سرکار ظاہر میں ملاقات کرنے والے ہیں ہوشیار رہنا۔ چنانچہ آپ کا فرمانا درست ثابت ہوا اور سرکارؒ نے عالم ظاہر میں ملاقاتیں فرمائیں۔

اباجیؒ کے فرزند ارجمند صاحب انعام و اکرام غلاموں کے ہمدرد و مونس حضرت چوہدری عبدالقادر مدظلہ العالی سے جو ماشاء اللہ ابھی بقید حیات ہیں سرکار نے ایک سائل کے روپ میں ملاقات فرمائی اور کچھ طلب کیا آپ فوراً پہچان گئے اور اپنی جھولی خالی کر دی شاید سرکارؒ نے ایک روپیہ لیا، فرمایا: اپنے اباجیؒ کو میرا سلام کہنا اور نظر سے اوجھل ہو گئے۔

اسی طرح حضرت سید شبیر علی قادریؒ سے بھی رنچھوڑ لائن کی گلیوں میں سرکارؒ نے ایک اجنبی کی حیثیت سے ملاقات کی۔ قادری صاحب نے سلام کے بعد عرض کیا کہ یا سیدی روح کو روح پہچانتی ہے۔ قادری صاحب بھی ایک باکمال صاحب مرتبہ اور صاحب نظر بزرگ تھے جنکی صحبت میں بیٹھنے کا شرف مجھے بھی حاصل ہے۔ انہوں نے کئی مرتبہ ازراہ محبت فرمایا کہ "فائق فائق ہے" ہر چند کہ

میرے پاس کوئی شہادت نہیں مگر مجھے انکے بیان کی صداقت کا یقین ہے۔

قادر بھائی جان اور قادری صاحب کے علاوہ بھی کئی غلاموں کی حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت غوث پاکؒ، حضرت اویس قرنیؓ، حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم ظاہر میں ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ مگر راز راز رہے، منظر عام پر نہیں آئے قادر بھائی جان اور قادری صاحب سے ملاقاتیں یوں تذکرے میں آگئیں کہ دوسرے غلام اپنی ملاقاتوں پر مشکوک نہ ہو جائیں۔ ورنہ کہاں وہ پیکر نورانی، وہ عرش نشیں اور کہاں فرش نشیں لوگ۔

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

اباجیؒ کا سلسلہ:

حضرت اباجیؒ وہ کامل بلکہ اکمل ذات تھے کہ اگر ایک پل میں ہزار رموز باطن آپ پر منکشف ہوں تو چہرے کے تاثر سے بھی اس کا اظہار نہ ہونے دیں۔ جتنے نعمتوں کے خزانے تھے وہ سب آپکے ظرف عالی میں جذب ہو سکتے تھے مگر مشیت اپنے بندوں پر مہربان تھی۔ سرکار غوث پاکؒ کو اظہار کرم کرنا تھا اس لیئے اباجیؒ کے قیام بغداد کے دوران ہی ایک دن سرکار غوث پاکؒ کا ارشاد ہوا کہ "ہم نے جو نعمت تمہیں عطا کی ہے وہ اللہ کے بندوں کی رشد و ہدایت کے لئے پھیلاؤ اور انہیں راہ محمدی ﷺ کی طرف بلاؤ"۔ حضرت اباجیؒ نے اظہار عجز و انکساری کرتے

ہوئے معذرت چاہی کہ یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔

اس پر سرکار نے فرمایا کہ میں آپکے ساتھ ہوں پھر حضرت اباجیؒ نے سرکار سے تین وعدے لئے:

اول یہ کہ غلام تارک دنیا نہیں ہوگا اور اپنے گھربار اور بیوی بچوں کے ساتھ معمول کی دنیا گزارے گا۔

دوم یہ کہ کسی کا دماغ ماؤف نہیں ہوگا اور مجذوبیت اس پر طاری نہیں ہوگی۔ بقید ہوش و حواس رہے گا۔

سوم یہ کہ اس پر راہ کی کوئی آزمائشی افتاد نہیں پڑے گی۔

سرکار غوث پاکؒ نے اباجیؒ کی یہ سب باتیں مان لیں اور اباجیؒ نے ایک ایسے سلسلہ کی بنیاد ڈالی کہ جو تمام سلسلوں سے انوکھا اور نرالہ ہے جو قیامت تک قائم رہے گا جسمیں دین و دنیا کا فیض ساتھ ساتھ ہے۔ جو محبت کا سلسلہ ہے۔ جس میں پیری یا مریدی اور خانقاہیت نہیں ہے۔ پہلی صدی جیسا فیض جاری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو سرکارؒ کے غلام ہیں اوز غلام پیر نہیں ہو سکتا ساتھ ہی ضمنی وضاحت یہ بھی کردوں کہ غلام مرید بھی نہیں ہو سکتا۔

مرید وہ ہے جو اپنے اردہ سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اپنے اردہ سے اگر چاہے تو اسے ترک کردے۔ اور اگر چاہے تو دوسرے سلسلوں میں بیعت ہو اور ان سے بھی فیض حاصل کرے یعنی مرید صاحب ارادت ہوتا ہے اور پیر مراد ہوتا ہے جسکے ہاتھ پر اس نے بیعت کی مگر یہاں کوئی خود داخل سلسلہ نہیں ہوتا

تا آنکہ اسے سرکار غوث پاکؒ غلام کی حیثیت سے قبول نہ فرمالیں اور نہ ہی داخل سلسلہ کرنے والا فرد اسکی مراد ہوتا ہے بلکہ "مراد" سرکار غوث پاکؒ اور براہ راست حضرت اباجیؒ ہیں۔ غلام کے لئے شرعی حکم یہ ہے کہ وہ اگر اپنے آپ بھاگنا بھی چاہے تو اپنے ارادہ سے آزاد نہیں ہو سکتا تا آنکہ غلام کو آقا کی ہی طرف سے آزاد نہ کر دیا جائے۔ اور سرکار ایک بار عطا کی ہوئی نعمت کبھی واپس نہیں لیتے بلکہ اگر کوئی غلام اس نعمت کو اپنی نادانی سے کہیں پھینک بھی آئے اور پھر سرکار سے طالب ہو تو سرکار پہلے سے زیادہ نعمت عطا فرماتے ہیں۔

اس کرم کے اجراء کے لئے سرکار نے اباجیؒ کی زندگی میں ایک ایسے ہی واقعہ کو مثال بنادیا کہ غلاموں کے لئے راستہ کھل گیا۔ یہ خطاپر عطا کا سلسلہ ہے براہ راست سرکار غوث پاکؒ اور حضرت اباجیؒ سے ملتا ہے اسکی نسبت اویسی ہے سروری پنجتنی فیضان ہے اور اباجیؒ اس کا مرکز ہیں۔

انہی کی ذات اقدس مظہر اوج فقیری ہے
عجب انداز محبوبی ہے شانِ بے نظیری ہے
وہ ان کا سلسلہ جس میں مریدی ہے نہ پیری ہے
غلامی ہے محبت ہے کرم ہے دستگیری ہے

بہارِ شاخ طوبیٰ ہے سرورِ موجِ کوثر ہے
مرے سرکار غوث پاکؒ کے محبوب کا در ہے

سلسلے کی وضاحت میں مزید عرض کروں کہ اباجیؒ نے اس سلسلے کو قیامت

تک قائم رہنے والا سلسلہ فرمایا مگر یہ بھی ارشاد کیا کہ اس سلسلے میں جو بھی پیر بنے گا فیض اس سے آگے نہ بڑھے گا تم میں سے کوئی پیر نہ بنے سب آپس میں بھائیوں کی طرح رہو۔ تم سب آپس میں غلام بھائی ہو مجھے اباجیؒ کہو اور غوث پاکؓ کو پیر جانو تو تم پر اویسی سروری پنجتنی پہلی صدی والا کرم رہے گا۔

نہ ایسی انجمن دیکھی نہ جانِ انجمن دیکھا جسے دیکھا اسے فرط محبت سے مگن دیکھا
یہاں حُب نبیؐ کا اک نرالا ہی چلن دیکھا اویسی، سروری نسبت سے فیض پنجتن دیکھا

کہ چودہ سو برس کے بعد بھی وہ ہی نظارہ ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

حضرت اباجیؒ نے جو فرمایا وہ کر کے دکھایا۔ کبھی نہ پیر بنے نہ پیروں جیسی گفتگو کی نہ اپنے لئے کوئی مخصوص مسند رکھی نہ ہار پھول اور نذرانہ قبول کیا۔ کسی کو کبھی پابوسی تو کجا دست بوسی کی ہمت نہ ہوئی تقریر و وعظ و پند سے بالاتر رہے۔ ماں جیؒ فرماتی تھیں "پتر یہی سرکار ہیں یہ زبان سے نہیں دل سے بولتے ہیں"۔ اور بے شک سرکارؐ نے ان کے لئے فرمایا کہ یہ اور ہم ایک ہیں۔

کسی کو داخل سلسلہ کرنے کا پہلے یہ طریقہ تھا کہ حضرت اباجیؒ ختم شریف کے دوران آنے والے غلام کو سرکار غوث پاکؓ کے سپرد فرماتے تھے۔ کہ یا سیدی اسے قبول فرمائیے اور سرکار کی آواز آتی تھی "ہم نے قبول کیا"، مگر بعض ذہن اس معاملے میں مشکوک ہوئے تو آواز آنی بند ہو گئی۔ اباجیؒ کے سلسلے میں اگر کوئی آنا چاہتا ہے تو سرکار کے جس غلام کو داخل سلسلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے وہ پہلے اس

سے ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیّبہ، ایک لاکھ مرتبہ استغفار اور ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھواتا ہے۔ اسکی تکمیل کے بعد سلسلے میں داخل کرتے وقت دو نفلیں پڑھوائی جاتی ہیں جنکے بعد زمین پر سر رکھ کر اور دونوں ہاتھ پھیلا کر غلام سے سرکار کے حضور عرض کرنے کو کہا جاتا ہے کہ وہ سرکار کی غلامی کا عہد کرے۔ قبولیت کی درخواست کرے اور دعائیں مانگے سرکار کرم فرماتے ہیں۔ کچھ خوش نصیبوں کو آنکھ بھی عطا ہو جاتی ہے اور کچھ کو "یقین کامل"۔ اس وقت داخل سلسلہ کرنے کی اجازت اور ذمہ داری حضرت اباجیؒ کے فرزندار جمند صاحب انعام واکرام حضرت چودھری عبدالقادر کے پاس ہے انکے علاوہ اباجیؒ کے اور بھی غلام تھے جنہیں یہ اجازت تھی۔ جو غلاموں کو داخل سلسلہ فرماتے تھے۔ اور نہ جانے کہاں کہاں سے یہ سلسلہ ہنوز جاری وساری ہو گا یہ باطن کی باتیں اہل باطن ہی جانیں۔

داخل سلسلہ ہونے کے بعد دو نوافل بعد مغرب غلامی کی دعا کے ساتھ اور درود تاج شریف کا ورد لازم تصور کیا جاتا ہے۔ سرکارؒ کے اسماء اور قصیدۂ غوثیہ کا ورد رہتا ہے ہر جمعرات کو یٰسین شریف کا ختم اور چاند کی دس تاریخ کو قبل از مغرب گیارہویں شریف کا ختم شعبان کی پندرہویں شب دس مرتبہ سورۃ اخلاص کے ساتھ سو نوافل سلسلے کے معمولات ہیں۔ اسکے علاوہ اپنی اپنی بساط کے مطابق عبادات و ریاضت و مجاہدۂ نفس جس سے جتنا بھی ہو سکے تمام سلسلوں کا احترام اولیائے کرام اور بزرگوں کی خدمت آپس میں باہم غلام بھائیوں کے لئے دعائیں اور سرکارؒ کے حضور التجائیں۔ دنیا سے بے رغبتی مگر ادائے حقوق اور کسبِ حلال کی پابندی اپنی نفی اور "میرا ماہی صلی علیٰ میں کچھ بھی نہیں" ایک مسلسل ورد اور درود

شریف کی کثرت سلسلے کی شناخت ہیں۔ ساتھ ہی ذیل کے اشعار دعائیہ کے طور پر:

امداد کن امداد کن

از بندِ غم آزاد کن

دردین و دنیا شاد کن

یا غوث الاعظمؒ دستگیر

ان اشعار کے علاوہ حضرت اباجیؒ ختم کے ساتھ حضرت سلطان باہوؒ کے بعض پنجابی اشعار بھی سرکار غوث پاکؒ کی مدح کے طور پر پڑھتے تھے۔ خاص کر یہ ''یا جناب غوث اعظمؒ میں تیرے بل ہاریاں'' ختم شرف کا آغاز تین بار درود شریف سے اسکے بعد آٹھ مرتبہ الحمد شریف گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پھر تین بار درود شریف اور درود تاج اسکے بعد ''نذر اللہ'' اور دعائیں اور آخر میں حضرت غوث پاکؒ سے التجائیں اور سفارش گزاریاں اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اثبات اور اپنی نفی میں ''میرا ماہی صلی علیٰ، نورِ خدا، شمس الوریٰ، مشکل کشا، شیر خدا، ہادیٔ رہنما میں کچھ بھی نہیں''۔ یا کبھی اس کا اختصار ''میرا ماہی صلی علیٰ میں کچھ بھی نہیں''۔

ایک واقعہ کے پس منظر میں ''میرا ماہی صلی علیٰ میں کچھ بھی نہیں'' اباجیؒ کا ورد تھا اور غلاموں کو بھی اس کے ورد کی تاکید تھی۔ اباجیؒ نے اس ورد کو جس واقعہ کے پس منظر میں اپنایا تھا میں اسکے بیان سے اسلئے گریز کرتا ہوں کہ وہ

اصل میں کچھ اور ہے نظر کچھ آتا ہے۔ مگر اسکے باطنی رموز کچھ اور ہیں۔ اگر آپ غور فرمائیں تو دین اسلام کا پہلا سبق بھی "کل" کی نفی اور "ایک" کی اثبات ہے۔ یعنی " لاالہ الا اللہ" اور اس حقیقت عظمیٰ کے بیان کے ساتھ اس کی سند بھی موجود ہے۔ کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ﷺ جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ حقیقت عظمیٰ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے ہماری دریافت نہیں ہے بلکہ ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سبق دیا ہے یعنی اس میں تین بڑے ٹکڑے موجود ہیں اول کل کی نفی۔ دوم ذات باری تعالیٰ کی اثبات اور اس کے ساتھ ہی ایک اور اثبات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی اور رسولؐ کے سامنے حکم ہے کہ آوازیں نیچی رکھو یعنی اس کی بات کے سامنے ہماری بات کچھ نہیں اور اسکی ذات کے سامنے ہماری ذات کچھ نہیں۔ چنانچہ رسولؐ کی اثبات کے ساتھ اپنی نفی لازم ہے۔ جو کلمۂ طیبہ کی معنویت میں مضمر ہے۔ اسی کی تشریح ہے۔ "میرا ماہی صلی علیٰ میں کچھ بھی نہیں"۔ یہ اباجیؒ کا ورد تھا اور غلاموں کو بھی اس کی تاکید ہے۔

پہلے اس کا قول دوہرایا کہ میں کچھ بھی نہیں
راز بالآخر یہی پایا کہ میں کچھ بھی نہیں
اس کی عظمت کون سمجھے گا وہ تھا کتنا عظیم
جس نے سب کچھ ہو کے فرمایا کہ میں کچھ بھی نہیں

چند برگزیدہ شخصیتیں:

حضرت سلطان باہوؒ توفیق الہدایت میں فرماتے ہیں کہ " جو دراصل قادری ہیں انکی ابتداء اور انتہا اسم اللہ ذات کے تصور سے ہوتی ہے یہ مراتب غالب الاولیاء قادری کے ہیں اگر کوئی شخص دعویٰ کرے یا ان کی برابری کرے تو وہ دونوں جہاں میں خراب وخستہ ہوتا ہے "۔ تفصیل یہ ہے کہ جیسے غوث پاکؒ کے اس اعلان پر کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے تمام اولیائے کرام نے اپنا سر تسلیم خم کیا ہے۔ اسی طرح تمام سلاسل کے پیرواں کو لازم ہے کہ وہ پیروانِ سلسلۂ قادریہ کی اہمیت اسی نسبت سے تسلیم کریں جو سرکار غوث پاکؒ اور دوسرے اولیاء کے درمیان قائم ہے۔ کسی بھی سلسلے کا طالب غوث پاکؒ سے طلب کر سکتا ہے مگر سلسلۂ قادریہ کا کوئی فرد اگر کسی دوسرے سلسلے سے کچھ طلب کرے تو یہ اس کا قصور ہے۔

یہی بات سرکار اباجیؒ کے غلاموں کے لئے بھی صادق ہے کہ وہ غلامان غوثؒ بھی ہیں ان میں بڑے صاحب مرتبہ، صاحب مقامات اور صاحب نعمت بزرگ بھی گزرے ہیں۔ ویسے تو ہر غلام اپنی شان میں نرالا ہے مگر جو نام اباجیؒ کے سلسلے میں معروف ہیں اور جن سے میں براہ راست واقف ہوں ان میں پہلا نام صاحب انعام واکرام مقرب اباجیؒ ہمدرد و غمگسارِ غلامانِ غوثؒ حضرت چودھری عبدالقادر صاحب مدظلہ العالی کا ہے۔ جو حضرت اباجیؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ اور

جنہیں اہل سلسلۂ قادر بھائی جان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بھائی جان ماشاء اللہ بقید حیات ہیں۔ اللہ انکی عمر دراز کرے اور ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔

آپ کی زندگی بھی حضرت اباجیؒ کی نظر کرم اور فیض والتفات خاص کا آئینہ ہے۔ آپ نے بھی دیگر اولیائے کاملین کی طرح محنت اور مزدوری سے کسب حلال کیا۔ اباجیؒ آپکی عسرت کا بہت خیال فرماتے تھے۔ مگر سرکار پر چھوڑے ہوتے تھے کہ ایک دن آپ کسی ٹرک پر لٹکے ہوئے کسب حلال میں مصروف نظر آئے۔ اباجیؒ کی نظر پڑی اس نظارے نے دل پر اثر کیا اور آپ نے سرکارؐ سے انکی دنیوی اور دینوی سربلندی کے لئے دعا کی۔ بس کیا تھا ایک سیل کرم موجزن ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے بھائی جان شیئر ہولڈر ہو گئے۔ جی۔اے شپرز کے نام سے اپنا کاروبار شروع کیا۔ اباجیؒ کے وصال کے بعد قادری منزل پر حاضری دینے والے غلاموں کی سربراہی عطا ہوئی۔

دیکھتے ہی دیکھتے نقشہ بدل گیا آجکل بھائی جان ہر چند کہ بوجہ پیرانہ سالی تقریباً گوشۂ نشین ہیں مگر قاردی منزل پر حاضری دینے والے غلاموں کے دعاگو اور خدمت گزار ہیں۔ ختم شریف پڑھنے کے بعد رقت قلب کے ساتھ غلاموں کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ غلامی کے قائم رہنے اور کرم و فیض جاری رہنے کی التجائیں کرتے ہیں۔ غلاموں کے لئے تبرک کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ تبرک اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتے ہیں۔ جب تک میری باقاعدہ حاضری رہی یہی معمول تھا۔ میں اپنی گردن کی تکلیف اور کمر درد کی وجہ سے حاضر ہونے سے جب سے

قاصر ہوا ہوں اسکے بعد کے معمولات کا اندازہ نہیں ہے۔ ہر چند کہ عالم ظاہر میں طویل عرصہ سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں کر سکا ہوں مگر بحمد اللہ دیدار سے یکسر محروم نہیں ہوں۔

اسی سلسلے میں ایک اور اہم ترین شخصیت حضرت سید شبیر علی قادری رحمت اللہ علیہ کی تھی۔ آپ کی خصوصیت اور امتیاز یہ تھا کہ باقی غلام تو اباجیؒ کی خدمت میں خود حاضر ہوتے تھے۔ مگر قادری صاحب کو اباجیؒ کسی نشست گاہ سے خود اٹھا کر لائے تھے اور غلامی کی نفلیں پڑھائی تھیں قادری صاحب اباجیؒ کے عاشق تھے اور انمیں عاشقی کے تمام آثار نمایاں تھے۔

آپ صورت سیرت عادت اطوار گفتار، کردار، طور طریق رہن سہن، اور نشت و برخاست ہر لحاظ سے ایک کامل ولی اللہ تھے۔ صبر و تحمل کا پہاڑ، کم کھانے، کم بولنے اور کم سونے والے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نہ بولنے نہ کھانے اور نہ سونے والے اپنے عہد کے بے مثال بزرگ تھے۔ نسباً حسنی سید غوث پاکؒ کی اولاد جو بچپن میں بھی جب کھیل کھیلتے تھے تو اس میں اسم اللہ ڈھونڈا کرتے تھے۔ ہر لمحہ یاد الٰہی میں مشغول دوسروں کے لئے بھی طالب خیر دعا گو۔ خوشبوؤں میں ایسے مہکتے ہوئے کہ جب وقت آخر ہسپتال میں داخل ہوئے تو پورا ہسپتال خوشبو سے مہک رہا تھا۔ جسم میں جہاں انجکشن لگے تھے۔ وہاں وہاں سے بعد وصال بھی مہکتا ہوا خون رستا رہا۔

مجھے وقت آخر حاضری کا شرف حاصل ہوا میں نے وقت آخر کی حالت

دیکھ کر باآواز بلند سلام کر کے چونکانے سے گریز کیا مگر ان کے صاحبزادے جناب اقبال قادری نے کہا بابا فائق صاحب آئے ہیں۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور باآواز بلند السّلام علیکم کہہ کر ہاتھ ملایا اور میرا ہاتھ پکڑے ہوئے ارشاد فرمایا" فائق صاحب، ماں جیؒ اباجیؒ" یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔ اس کے کم و بیش ایک گھنٹہ کے اندر وہ حد فنا سے باہر نکل گئے۔ میں نے انکی تاریخ وصال نکالی "عشقِ غوثؒ" جسکے اعداد ۱۹۷۶ ہوتے ہیں یہ آپ کا سنہ وصال ہے۔

سلسلے کی ایک اور مشہور و معروف شخصیت حضرت سید نظام الدین قادری تھے۔ جنہیں اباجیؒ کی محبوبیت عطا ہوئی تھی اور انہیں اباجیؒ نے بیٹا بنایا تھا۔ انکے ہی ایک خواب کے مطابق سرکار دوعالم صلی اللہ علہ وسلم کے سامنے حضرت غوث پاکؒ نے انہیں اباجیؒ کے سپرد کیا تھا عالم ظاہر میں انہیں سید شبیر علی قادری اباجیؒ کے پاس لیکر گئے تھے۔ جنہیں دیکھ کر اباجیؒ نے فرمایا تھا کہ میری امانت میرے پاس آگئی اس کے بعد اباجیؒ نے انہیں واقعی بیٹوں کی طرح رکھا اور راہ سلوک کی منازل طے کرواکے درجہ کمال پر پہنچایا سرکار کے دربار سے نعمتیں عطا کروائیں جنکا علی الاعلان اظہار حضرت نظام الدینؒ کی زندگی میں بھی ہوتا رہا ہے۔ آپ اعلیٰ حضرت کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ لقب سید شبیر علی قادری کا ہی دیا ہوا تھا۔

آپکے فیض سے جن وانس دونوں ہی مستفید ہوئے۔ مجھے بھی داخل سلسلہ فرمانے کے لئے عالم ظاہر میں آپ نے ہی نفلیں پڑھائی تھیں۔ اور آپ ہی کے ذریعہ مجھے قادری منزل پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ جہاں قادر بھائی جان

اور ماں جیؒ کی شفقتیں اور محبتیں حاصل رہیں۔ آپ پہلے انوکھا کمپاؤنڈ، پھر راجہ مینشن اور اسکے بعد نو تعمیر شدہ اباجیؒ منزل میں قیام پذیر رہے۔ جسکے دوران آپ کے حلقۂ ارادت میں اضافہ ہی ہوتا رہا آپ کا مزار اقدس سخی حسن قبرستان میں ہے اور وہاں معتقدین کی حاضری کا سلسلہ جاری ہے۔

سلسلہ کی ایک اور مقتدر صاحب اختیار و نعم شخصیت ایک فقیر کامل حضرت محمد علیؒ صاحب تھے۔ جو علم ظاہرہ سے تو تعلق نہ رکھتے تھے مگر ان کے لئے اباجیؒ کا فرمانا تھا کہ یہ " لہٗ کا شیر " ہے۔ مجھے یہ بیان کرنے میں کچھ تذبذب ہے کہ لہٗ کا شیر کہتے تھے یا 'ہُو' کا یہ اپنے دور میں راہ فقر چلنے والوں میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ اباجیؒ کی نظر خاص انکے اوپر تھی انہیں نوجوانی میں ہی اباجیؒ نے بیٹے کے طور پر اپنا لیا تھا اور انکے لئے اباجیؒ نے بہت سی مشروط پیشن گوئیاں بھی کی تھیں۔ ان سے میری ملاقات سید باسط علی جعفری کی معرفت ہوئی تھی جنکی وساطت کے سبب وہ میرے ساتھ بھی ایک مشفق بزرگ کا رویہ رکھتے تھے مگر ان سے میری ملاقاتیں بہت کم ہوئی ہیں۔ جہاں تک سید باسط علی جعفری کا تعلق ہے تو مجھے انکی ہم نشینی، قربت، صحبت اور دوستی کا شرف حاصل ہے یہ نجیب الطرفین سید رامپور کے رہنے والے علی گڑھ کے گریجویٹ اور اباجیؒ کے مقربین میں تھے۔ حضرت اباجیؒ نے انہیں دوست کہا تھا اور اپنا استعمال شدہ ایک جوڑا ایک شیروانی اور ایک ٹوپی مختلف اوقات میں عطا کی تھی اور ٹوپی عنایت کرتے وقت فرمایا تھا" دیکھو تاج وہ گیا وہ گیا وہ گیا" اباجیؒ نے انہیں ایک کاغذ پر لکھی ہوئی ایک تحریر بھی عطا کی تھی اور فرمایا تھا" پتر

اسے گلے میں ڈال لینا" باسط صاحب نے وہ تحریر پڑھے بغیر گلے میں تعویذ بنا کر رکھی اور آخر میں مجھے عطا فرمادی جو بحمد اللہ میرے گلے میں آویزاں ہے۔ بقول شاعر

مدتیں ہو گئیں پڑھکر نہیں دیکھا اب تک

میں نے خط یار کا سینے سے لگا رکھا ہے

باسط صاحب نے ہمیشہ اپنی نفی اس کمال کے ساتھ کی کہ ان کا گزر ہو جانے کے بعد بھی اب تک لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ کس قدر بڑے صاحب نعمت تھے۔ صرف میں تھا جسے انہوں نے راز دار بنالیا تھا مگر مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں انکی زندگی میں ان کے راز کسی کو نہیں بتاؤنگا۔ ہر چند کے دل میں طوفان سے اٹھتے رہے مگر سرکار نے خاموش رہنے کی توفیق عطا فرمائی اب سکوت توڑ رہا ہوں۔

اہل سلسلہ میں جب بھی کوئی اپنی کشود کاری کے لئے آتا خواہ باطنی طور سے اس کا کام کردیتے ہوں مگر ظاہر میں یہی فرماتے تھے کہ "قبلہ نہیں ہوں قبلہ نما ہوں" آپ یا تو قادر بھائی جان کے پاس جائیں وہ اباجیؒ کی آل ہیں یا قادری صاحب کے پاس جائیں وہ ابا جیؒ کے عاشق ہیں۔ یا نظام الدین صاحب کے پاس جائیں وہ محبوب ہیں یا محمد علی صاحب کے پاس جائیں وہ فقیر ہیں۔ میں نے انکے تصور کو یوں نظم کیا تھا کہ

جسے محبوبیت دی اسکو شان دلبری دیدی

ابد تک جو ہے قائم آل کو وہ زندگی دیدی

فقیری دی کسی کو اور کسی کو دوستی دیدی
کسی کو سوز جاں دیکر ادائے عاشقی دیدی

عطا سب پر مسلسل ہے کرم سب پر برابر ہے
مرے سرکار غوث پاکؒ کے محبوب کا در ہے

باسطؔ صاحب کی شخصیت کی عظمت و بزرگی اور نوازش و عنایات کا کیا بیان کروں اپنی ہی تصنیف ''صدیوں کا سفر'' سے ایک اقتباس پیش کر دیتا ہوں چند جملے ''ایک ایسے دوست سے متعلق بھی لکھ دوں جو دوستی کا حق ادا کر کے قرب و ہم آہنگی کی نہ مٹنے والی ایک مثال قائم کر کے گزر گیا۔ اسکی عظمت اسکی درویشی اس کی ولایت اس کے مدارج و مراتب اس کی روحانی بلندی اس کے مقامات و منازل اس کی حُب رسولؐ و قرب خدا کے ساتھ فدائیت غوثؒ نا قابل بیان ہی نہیں نا قابل یقین بھی ہیں۔ بیسویں صدی میں ایسے وجود کا تصور لوگوں کے لئے محال ہے''۔

یہ شخصیت پروفیسر سید باسط علی جعفری کی تھی جو بظاہر ایک دنیادار کی سی زندگی گزار کے چلے گئے۔ جامعہ مِلیہ کراچی، مسلم کالج حیدر آباد، سچل سرمست کالج رانی پور، سراج الدولہ کالج کراچی اور ایس ایم سائنس کالج کے پرنسپل رہ کر اپنی فقیری کو اخفا میں رکھا۔ نفیٔ ذات میں کسر نہ کی۔ کسی دوسرے کو اپنی باطنی زندگی کی ہوا نہ لگنے دی بالآخر ۲۲ مارچ ۱۹۹۹ء مطابق ۳ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ کو دو بجکر چالیس منٹ پر اپنا دور ہجر گزار کر واصل بحق ہوئے۔ اس منظر کو کبھی نہیں بھول سکتا جب جنازے کے پیچھے پیچھے میں اللہ میاں کو فیض کا یہ شعر سناتا ہوا جا رہا تھا۔

دونوں جہان تیری محبت میں ہار کے
وہ جارہا ہے کوئی شبِ غم گزار کے

باسط صاحب کی زندگی میں بھی اگر کبھی وہ اپنے "وقت گزر" کا ذکر کرتے تو مجھے یہی مصرعہ یاد آتا تھا اور یہی نقشہ میرے سامنے ہوتا تھا جسے میں نے کھلی آنکھ سے دیکھ لیا بعد میں اسی مصرع سے انکی تاریخ وصال نکالی۔

وہ جسکی ساری عمر شبِ انتظار تھی
ارماں بہت رہے تھے جسے دید یار کے
پیغام مرگ جسکو تھا اک مژدۂ وصال
وہ جس پہ سخت گزرے تھے دن انتظار کے
آخر کو اس جہان سے وہ سرخرو اٹھا
ہاتف نے اعتراف کیا یوں پکار کے
لفظ وصال جوڑ کے تاریخ یوں لکھیں
"وہ جارہا ہے کوئی شب غم گزار کے"

۱۸۷۲ + ۱۲۷ = ۱۹۹۹

آج بھی نہ کوئی گنبد، نہ مینار، نہ ظاہر میں چراغاں، نہ پھول، نہ ہار نہ چادریں، نہ کوئی متولی نہ کوئی خلیفہ نہ نذرانے نہ منتیں وہ کل بھی نارمل تھا اور آج بھی نارمل ہے۔ یہ نارمل ہونا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے کہ "سپر نارمل" ہو کر "نارمل لائف" گزار دی۔ شاید یہی معراجِ فقیری ہے بہر حال ایک

دل نے ہونا تھا، سو ہو گیا۔ "زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے"۔

باسط صاحب سے تعلقات قربت اور نسبت کے بیان میں اس وقت تک تشنگی رہے گی جب تک اندرون سندھ چند دوستوں اور ساتھیوں کے حوالے نہ آجائیں۔ ان میں سرفہرست قاضی دیدار علی کا نام ہے یہ سندھ بلکہ لاڑکانہ کے قاضی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ انتہائی شریف النفس اور فدائیت رکھنے والے خوش مزاج و خوش خلق انسان ہیں۔ خوبصورت بھی ہیں اور خوب سیرت بھی۔ اللہ واسطے کے تعلقات کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ انسان دوست اور ہمدرد شخصیت کے حامل ہیں۔ نظریہ اور عقیدہ کے معاملے میں سخت گیر اور بنیاد پرست ہیں۔ اور اس راہ میں کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ معاشیات کے ایم۔اے ہیں۔

ان سے ملاقات رانی پور کے ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے ہوئی تھی ایک عرصہ کراچی میں بھی تعینات رہے اب لاڑکانہ میں ایڈمنسٹریٹر ہیں۔ میرا اور باسط صاحب کا کئی مرتبہ لاڑکانہ جانا ان ہی کی وجہ سے ہوا ان کی بیگم بھی بہت مخلص اور مہمان نواز اور قاضی صاحب کی ہم عقیدہ ہیں۔ ان ہی کے تعلقات کے ذریعہ لاڑکانہ کے بعض اور دوست بھی عقیدے سے ہمرنگ ہوئے ان میں خاص کر قابل ذکر نام جناب شیخ سکندر علی، جناب ہمت علی کھوڑو، جناب غلام صدیق اور شیخ نور احمد اور انکے برادر خورد شیخ نظام الدین کے ہیں۔ کچھ ایسے ہی روابط علی رضا شاہ صاحب سے بھی رہے تھے۔ جو خود گمبٹ کے پیر ہیں۔

باسط صاحب کا تعلق چونکہ شعبہ تعلیم، پیشہ تدریس سے تھا، اور میں بھی

تعلیم و تدریس سے متعلق رہا ہوں اسلئے وہ مجھ سے ۱۹۵۲ء سے واقف تھے بظاہر ان سے میرا رابطہ پروفیسر مرتضےٰ شفیع کی معرفت ہوا۔ پروفیسر مرتضیٰ شفیع بھی سرکار کے ان غلاموں میں ہیں جنکو اباجیؒ کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہے۔ پروفیسر کی حیثیت سے وہ ایک باغ و بہار شخصیت اور انجمن آرا ہیں۔ سرکار کے قدیم اور صاحب نظر غلام کی حیثیت سے وہ موجب تعظیم ہیں۔

سیدی شبیر علی قادری اور پروفیسر سید باسط علی جعفری سے ایرانیان، اسکول کے اساتذہ کی حیثیت بے تکلفانہ قرب حاصل رہا ہے اور انہی کی معرفت وہ اباجیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اباجیؒ انہیں ماسٹر کہتے تھے۔ انہوں نے سلسلے میں ان گنت لوگوں کی شمولیت میں معاونت کی ہے۔ انہیں کی معرفت میں داخل سلسلہ ہوا اور سید باسط علی جعفری، حضرت سید نظام الدین قادری اور سید شبیر علی قادری جیسی اکابر شخصیات سے میرا تعارف انکی ہی معرفت ہوا ہے۔ اب وہ بوجہ خرابئ صحت ایک عرصہ سے تقریباً گوشہ گیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی نعمتوں سے نوازے، آمین۔ ویسے انہوں نے ایک مرتبہ ازراہ محبت بتایا تھا کہ اباجیؒ نے انہیں بھی نفلیں پڑھانے کی اجازت دی تھی۔ مگر وہ یہ کام دوسروں سے لیتے رہے خود گریز کیا۔

اباجیؒ کی آل اور غلاموں میں ان گنت عظیم ہستیاں شامل ہیں جن میں بہت سے مین واقف بھی نہیں ہوں اور جن سے واقف ہوں وہ بھی ماشاءاللہ اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ ان تابندہ ستاروں کا شمار محال ہے اور اس مختصر سے مضمون میں

گنجائش بھی کم ہے تاہم ان میں ایک شخصیت کا ذکر میں لازم سمجھتا ہوں اور وہ ہیں اباجیؒ کے پوتے اور قادر بھائی کے بیٹے چودھری عبدالروٗف صاحب جنہیں سب اہل سلسلہ ''روفی بھائی'' کے نام سے جانتے ہیں۔

ان پر حضرت اباجیؒ کی خاص نظر التفات ہے اور اباجیؒ نے انکی عظمت و افضلیت کے بہت سے اشارے بھی دیئے ہیں بعض پیشن گوئیاں بھی فرمائی ہیں اور باطن میں اب بھی ان کی عالی مرتبت کے اشارے ہوتے رہتے ہیں آپ کی عادات واطوار احساس و عمل نظریات و عقائد، ہر چیز سے اباجیؒ کی دینی نسبت جھلکتی ہے۔ بلکہ میں اپنی بساط سے بڑھکر ایک بات عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں وہ یہ کہ ''روفی بھائی اباجیؒ کی جوانی کی تصویر ہیں'' اللہ تعالیٰ ان پر نعمتیں تمام فرمائے اور انکے مدارج و مراتب میں اضافہ کرے۔ آمین

مندرجہ بالا معروضات کے بعد میں اباجیؒ کی چند مناقب پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں ان میں سے بعض مناقب عرس شریف کے دن مزار اقدس پر پڑھنے کا مجھے شرف حاصل ہے اور بعض میں نے عرس شریف کے دن گھر پر ہی ختم شریف کے ساتھ پڑھی ہیں ان سب کی مقبولیت کی بشارت بحمد اللہ باطنی طور سے بھی کی گئی ہے۔ وہ کون سا مصرع ہے جو قبول نہیں ہوا۔

واللہ اعلم بالصواب.

خسرو غزل و کتاب تا کے
برمصحفِ روئے او نظر کن

(امیر خسرو)

حاملِ سِرّ الٰہی محرم رازِ خدا

حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ

شانِ یکتائی ہجومِ جلوہ میں ثابت شدہ

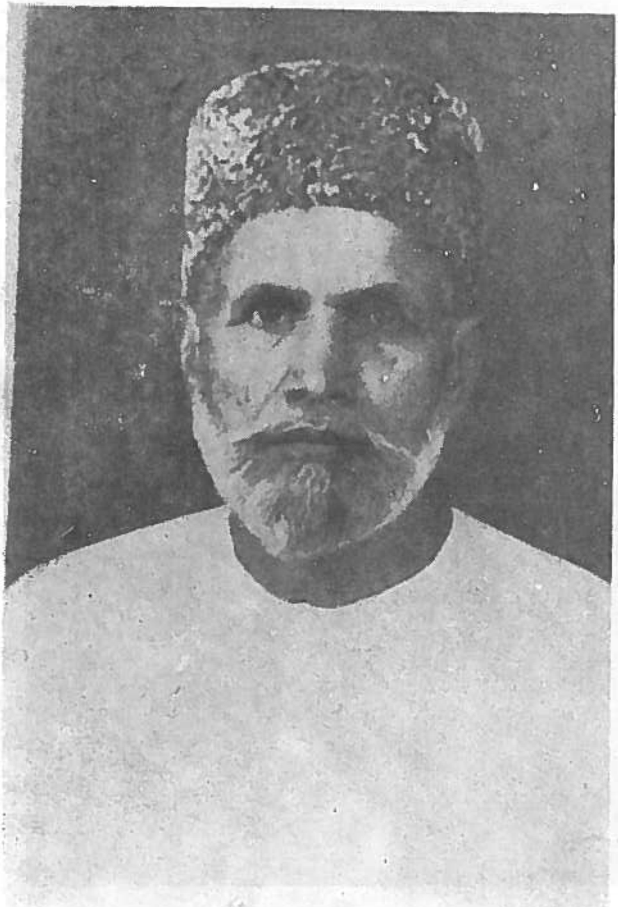

حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ

باطناً اصلِ حقیقت اور ظاہر میں جدا

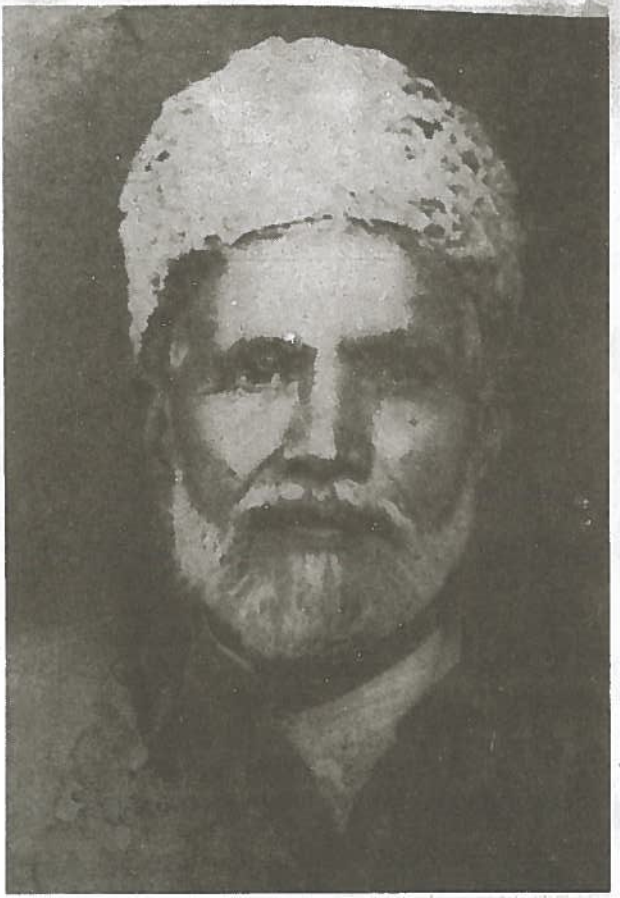

حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ

پَرتوِ بدرُالدّجیٰ صدرُالعلیٰ نورُالہدیٰ

حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ

ازل میں اک تجلی سے ہوئی تھی بے خودی طاری

تمہیں کو میں نے دیکھا تھا کچھ ایسا یاد ہوتا ہے

(اصغرؔ گونڈوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناقب

بحضور اباجیؒ

مشتملات

☆ میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں ۸۳

☆ لباجیؒ لباجیؒ لباجیؒ لباجیؒ ۸۷

☆ السلام اے تاجدار بزم عرفاں السلام ۹۱

☆ ہے محبوبِ غوث الوریٰ میرا ہادی ۹۵

☆ مرے سرکار غوث پاکؒ کے محبوب کا در ہے ۹۹

☆ کرم یا لباجیؒ یا شمع بزم شاہ جیلانی ۱۰۳

☆ مرے لباجیؒ ہیں مرنے لباجیؒ ہیں ۱۰۷

☆ سرکار کے محبوبؒ تری شان ہے اعلیٰ ۱۱۱

☆ در محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے ۱۱۵

☆ سیّدی یا حبیبی مولائی ۱۱۹

☆ فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے ۱۲۳

☆ مسدس ۱۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

وہ ہی ہدایت وہ ہی ہُدا ہے
نئے کوئی شامل اور نہ جدا ہے
ان کا کرم خود فضلِ خدا ہے
بات مری تصدیق شدہ ہے
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

فیض جہاں میں عام ہے اِن کا
چرچہ صبح و شام ہے اِن کا
حاصل ایماں نام ہے اِن کا
لب پہ یہ پیغام ہے اِن کا
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

پیسہ دولت مایا کایا
کوئی جہاں میں کام نہ آیا
ابا جیؒ کا سر پر سایا
جنکے در سے راز یہ پایا
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

ان کا رتبہ سب سے اعلیٰ
چاند ہے جیسا ویسا ہالا
غوث الاعظمؒ چاہنے والا
کیسا شکوہ کیسا نالہ
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

مُشک سے بڑھ کر ان کا پسینہ
نورِ مجسمّ ان کا سینہ
دفن اسی میں سارا خزینہ
ساتھ ہیں مکّہ اور مدینہ
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

خانۂ کعبہ روضۂ اطہر
ماہِ درخشاں مہر منور
دونوں انکے قلب کے اندر
ان کا رتبہ اللہ اکبر
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

نور خدا خود جلوہ فشاں ہے
لباجیؒ کا فیض وہاں ہے
وردِ درودِ تاج جہاں ہے
ذرہ ذرہ نغمہ گناں ہے
میر ا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

جن کو طلب ہو در پر آئیں
دین و دنیا لیکر جائیں
تھوڑا مانگیں زیادہ پائیں
تم بھی گاؤ ہم بھی گائیں
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

کیسی شاہی کیسی گدائی
وحدت کی ہے جلوہ نمائی
سارے خادم بھائی بھائی
وہ ہی آقا وہ ہی ماہی
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

روح کی ہے تزئین انہی سے
دامنِ دل رنگین انہی سے
رنگ نظامِ دین انہی سے
پائی یہ تلقین انہی سے
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

غوثِ اعظمؒ شاہِ طریقت
لباجیؒ کی جن کو چاہت
لباجیؒ کو جن سے محبت
میرے رہبر میرے حضرت
میرا ماہی صلِّ علیٰ میں کچھ بھی نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابّاجیؒ ابّاجیؒ
ابّاجیؒ ابّاجیؒ

آپ کے در سے ہم کو ملی روشنی
دھڑکنیں مل گئیں زندگی مل گئی
زندگی اور پھر پیار کی زندگی
سب کرم آپ کا سب عطا آپکی
ابّاجیؒ ابّاجیؒ ابّاجیؒ ابّاجیؒ

آپ ہی کی غلامی کے اقرار سے
سلسلہ مل گیا اپنا سرکار سے
آپ کی چاہ سے آپ کے پیار سے
زندگی کو نئی زندگی مل گئی
ابّاجیؒ ابّاجیؒ ابّاجیؒ ابّاجیؒ

راستہ سیدھا بغداد کا مل گیا
یا دیار شہہ انبیا مل گیا
آپ کیا مل گئے بس خدا مل گیا
دل کی دھڑکن سے آواز آنے لگی
لبا جیؒ لبا جیؒ لبا جیؒ لبا جیؒ

نہ سمجھیں گے اس راز کو دیدہ ور
آپ کے فیضِ نسبت کا جو ہے اثر
میرے آقا کی جس پر پڑی اک نظر
قلب چلنے لگا روح گانے لگی
لبا جیؒ لبا جیؒ لبا جیؒ لبا جیؒ

یقینِ کرم عاجزی حوصلہ
ہے جہاں سے نرالہ یہی سلسلہ
آپ جسکو ملے اسکو سب کچھ ملا
پھر نہ واصل کوئی اور نہ فاصل کوئی
لبا جیؒ لبا جیؒ لبا جیؒ لبا جیؒ

جامِ حُبِ غلامانِ احمدؐ دیا
اور غلامی میں سرکار کی لے لیا
جو مانگا دیا اور جو چاہا کیا
غلاموں کی آقا نے کی دلدہی
لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ

خطاؤں پہ اپنی جو محجوب ہیں
بس اب آپ ہی ان کا مطلوب ہیں
اسکے محبوب کے آپ محبوب ہیں
آپ کو زیب ہے شوکتِ سروری
لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ

نے خوشی چاہیئے اور نہ غم چاہیئے
آپ کا لطف و فضل و کرم چاہیئے
ما سوا کب خدا کی قسم چاہیئے
چاہیئے تا ابد آپ کی بندگی
لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ

تا ابد یہ کرم ہم پہ سرکار ہو
قلب مسرور ہوں روح سرشار ہو
وقت آخر بھی آقا کا دیدار ہو
موت پر رشک کرنے لگے زندگی
لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ

اے غلامانِ محبوبِ شاہ امم
ہے انہی کا کرم جو بہ جو یم بہ یم
دین سے انکی خالی نہ تم اور نہ ہم
تم بھی گاؤ یہی ہم بھی گائیں یہی
لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ

نہ دنیا نہ عقبیٰ نہ اچھا برا
اورنہ کوئی تمنا نہ کوئی دعا
رہے اپنے لب پر یہی اکؔ صدا
سیّدیؒ سیّدیؒ سیّدیؒ سیّدیؒ
لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ لبّا جیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

بات ہے یہ رمز کی ممکن نہیں اس میں کلام
ایک جلوہ اک حقیقت اور اسکے اتنے نام
حمدِ رب نعت ِ نبی مدحِ شہِ عالی مقام
یہ ہجوم جلوۂ حق اور یہ ادنیٰ غلام
المدد یا لبّاجیؒ یا صاحب جود و کرام
السّلام اے تاجدار بزمِ عرفاں السّلام

جام جنکے بادہ ٔ عرفان سے معمور ہیں
مدحِ والا وہ کریں جو صاحب مقدور ہیں
ہم کو تو عجز بیاں، ہے اسلئے معذور ہیں
ہم کلیم ِ بے زباں ہیں آپ شمع طور ہیں
ہاں بس اتنا عرض کردیں ہو اگر اذن ِ کلام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

آپ ہی فی احسنِ تقویم کی تعبیر ہیں
معنیٔ والفجر ہیں والنّور کی تفسیر ہیں
مظہرِ نورِ خدا ہیں صاحب تنویر ہیں
اور غلاموں کے لئے تو کاتبِ تقدیر ہیں
ورنہ یہ تقدیر کب تھی خود کو ہم کہتے غلام
السّلام اے تاجدارِ بزم عرفاں السّلام

کیا نرالی شان ہے کیا عظمتِ یکتائی ہے
جسکے شیدا آپ ہیں وہ آپکا شیدائی ہے
کون سمجھے گا حقیقت اور کس نے پائی ہے
معتبر شاہد ہے جس سے یہ شہادت آئی ہے
آپکے نقشِ کفِ پا میں نہاں سارے مقام
السّلام اے تاجدارِ بزم عرفاں السّلام

ہیں انوکھے آپ کی چشم کرم کے زاویئے
کتنے خالی جام تھے جو اک نظر میں بھر دیئے
منیٔ الفقرُ فخری آپ نے واضح کئے
تاجِ فقر رحمت اللعالمیں سر پر لئے
محفل روحانیاں میں نائب خیر الانام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں ۰السّلام

حاملِ سرِّ الٰہی محرم رازِ خدا
باطناً اصلِ حقیقت اور ظاہر میں جدا
شانِ یکتائی ہجومِ جلوہ میں ثابت شدہ
پرتو بَدْرُ الدّجیٰ صِدْرُ العُلیٰ نور الہُدیٰ
رونق بغداد و طیبہ زینتِ بیت الحرام
السّلام اے تاجدار بزم عرفاں السّلام

آپ ہی کے جلوں سے یہ بام و در ضوبار ہیں
روشنی ہی روشنی انوار ہی انوار ہیں
اس ادا سے جلوہ فرما بر سر دربار ہیں
مسندِ محبوبیت پر جس طرح سرکار ہیں
سب وہی رنگ تجلّی اور وہی جلوے تمام
السّلام اے تاجدارِ بزم عرفاں السّلام

آپ کی چشم کرم سے آپ کی تلقین سے
دامنِ دل ہے مزین اک نئی تزئین سے
رشتہ محکم دیا ہمکو نظامِ دین سے
ہوگئی وابستگی اس دامنِ رنگین سے
اب غلامی کو عطا کردیجئے رنگِ دوام
السّلام اے تاجدارِ بزم عرفاں السّلام

ربطِ قلب و جاں رہے پیہم شہہ ابرار سے
بے کسوں کا سلسلہ قائم رہے سرکار سے
چشم ِ باطن کو جلا ملتی رہے دیدار سے
حشر تک بٹتا رہے صدقہ یونہی دربار سے
فیض پیہم تا ابد پاتے رہیں سارے غلام
السّلام اے تاجدار بزم عرفاں السّلام

اک نگاہِ بندہ پرور اک عطائے بے مثال
یامحبِ خاصِ محبوبِ خدائے لایزال
آپ پر روشن ہے آقا جو غلاموں کا ہے حال
ایک ہی سبکی دعاہے ایک ہی سب کا سوال
ازرہِ لطف و کرم دیجے غلامی کو قیام
السّلام اے تاجدار بزم عرفاں السّلام

کیجئے چشم کرم رب العلیٰ کے واسطے
رحمتِ کُل حضرت خیر الوریٰ کے واسطے
پنجتن کے اور انکے مہ لقا کے واسطے
یعنی حقدارِ رکابِ مصطفیٰ کے واسطے
کیجئے چشم کرم یا صاحب فیض دوام
السّلام اے تاجدارِ بزمِ عرفاں السّلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غوث الوریٰ

محبوب میرا
ہے ہادی

خدا نے بس اک کُن سے دنیا بنادی
اسے شمع نور نبیؐ نے ضیاء دی
منوّر ہوئی پنجتن سے یہ وادی
تو پھر غوث الاعظمؒ نے چلمن اٹھا دی
نگاہیں جُھکیں اور دل نے صدا دی
ہے محبوب غوث الوریٰؒ میرا ہادی

اسی کے کرم سے یہ حمد و ثنا ہے
اسی کا کرم حب شاہِ ہدیٰ ہے
کرم کیا ہے اعجازِ غوث الوریٰؒ ہے
کرم ہی سے ذکر کرم ہو رہا ہے
کرم کو جو سمجھا اسی نے صدا دی
ہے محبوب غوث الوریٰؒ میرا ہادی

غلامی ملی یا ملی بادشاہی
خدا میرا خالق نبیؐ میرا ماہی
وہ مالک ہے میرا بہ فضلِ الٰہی
وہ غوثِ معظمؒ وہ عالم پناہی
وہ جس نے غلاموں کی بگڑی بنادی
ہے محبوب غوث الوریٰؒ میرا ہادی

جو کچھ مانگو اس سے سوا دینے والا
غلاموں پہ سب کچھ لٹا دینے والا
خدائی تو کیا ہے خدا دینے والا
ہے ایسا کوئی دوسرا دینے والا
کہ انمول دولت طلب سے سوا دی
ہے محبوب غوث الوریٰؒ میرا ہادی

وہ شمعِ فروزاں وہی جان محفل
وہ مہر درخشاں وہی ماہِ کامل
وہی دین و ایماں وہی دیں کا حاصل
وہی اپنا مقصد وہی اپنی منزل
وہ جس نے تمنائے راہِ خدا دی
ہے محبوب غوث الوریٰؒ میرا ہادی

جو مشکل تھا وہ کام کر کے دکھایا
دلوں سے خیالِ من و تو مٹایا
ادھر سے بلایا اُدھر سے بلایا
وہ بھائی کو بھائی سے جس نے ملایا
وہ جس نے محبت کی بستی بسا دی
ہے محبوب غوث الوریٰؒ میرا ہادی

کرم کے وہ انمول موتی لٹائے
ابد تک چمک جنکی جانے نہ پائے
جو کھلا گئے تھے وہ گل مسکرائے
نئی زندگی دی نئے دن دکھائے
وہ جس نے خراب آئینوں پر جلا دی
ہے محبوب غوث الوریٰؒ میرا ہادی

جو حامی ہمارا ہر افتاد میں ہے
ہر اک رنج و غم آہ و فریاد میں ہے
غلاموں کے جو قلبِ آزاد میں ہے
جو بطحا میں ، طیبہ میں، بغداد میں ہے
وہی جلوہ فرما ہے جو وادی وادی
ہے محبوب غوث الوریٰؒ میرا ہادی

نہ دنیا کا شکوہ نہ دنیا کی چاہت
انوکھا کرم ہے انوکھی عنایت
جو سمجھے وہ سمجھے یہ رازِ حقیقت
یہ وحدت میں کثرت یہ کثرت میں وحدت

کرم ان کا شیوہ عطا کے وہ عادی
ہے محبوبِ غوث الوریٰ میرا ہادی

انہی کے کرم سے ہے سب دین و ایماں
انہی سے ہر اک راہِ دشوار آساں
انہی سے ہے شمع محبت فروزاں
نظر میں چراغاں دلوں میں چراغاں

منور منور محبت کی وادی
ہے محبوبِ غوث الوریٰ میرا ہادی

فروزاں رہے یُونہی شمع محبت
غلاموں کی آقا سے محکم ہو نسبت
ابد تک رہے ہم پہ لطف و عنایت
غلامی سلامت غلامی سلامت

دعا بھی وہی ہے جو اس نے سکھادی
ہے محبوب غوث الوریٰ میرا ہادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مِرے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

خدا کا فضل لطفِ مصطفیٰ ملتا ہے اس در سے
دیارِ پنجتن کا سلسلہ ملتا ہے اس در سے
چراغ حبِّ شاہِ اولیاء ملتا ہے اس در سے
زباں کہہ ہی نہیں سکتی کہ کیا ملتا ہے اس در سے

زباں کی حد سے آگے ہے بیاں کی حد سے باہر ہے
مِرے سرکارِ غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

خطاکاروں کو بھی یہ دیں کی دولت بخش دیتے ہیں
جو نعمت مل نہیں سکتی وہ نعمت بخش دیتے ہیں
غلامی جسکو کہیئے وہ سعادت بخش دیتے ہیں
ہیں محبوبِ شہہ جیلاں محبت بخش دیتے ہیں

جو مطلوبِ دو عالم ہے میسر ان کے در پر ہے
مِرے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

انہی کی ذات اقدس مظہر اوج فقیری ہے
عجب اندازِ محبوبی ہے شانِ بے نظیری ہے
وہ ان کا سلسلہ جسمیں مریدی ہے نہ پیری ہے
غلامی ہے محبت ہے کرم ہے دستگیری ہے

بہارِ شاخ، طوبیٰ ہے سرورِ موج کوثر ہے
برے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

جنہیں اس در سے نسبت ہے وہ جو اس در کے پالے ہیں
زمانے میں وہ رہ کر بھی زمانے سے نرالے ہیں
نگاہیں خود بتادیتی ہیں یہ سرکار والے ہیں
نہ آہیں انکے لب پر ہیں نہ شکوے ہیں نہ نالے ہیں

جنہیں یہ در میسر ہے انہیں سب کچھ میسر ہے
برے سرکار غوث پاکؒ کے محبوب کا در ہے

جسے محبوبیت دی اسکو شانِ دلبری دیدی
ابد تک جو ہے قائم آل کو وہ زندگی دیدی
فقیری دی کسی کو اور کسی کو دوستی دیدی
کسی کو سوزِ جاں دیکر ادائے عاشقی دیدی

عطا سب پر مسلسل ہے کرم سب پر برابر ہے
برے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

ہے عکس نور انکے دامنِ تقدیس کا سایہ
نہ پائے انکے پایہ کو فراز عرش کا پایہ
مِرے آقا مِرے مالک مِرے سرور نے فرمایا
اِنہیں دیکھا اُنہیں دیکھا ، اِنہیں پایا اُنہیں پایا
نہ کوئی ان کا ثانی ہے نہ کوئی ان کا ہمسر ہے
مِرے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

رہِ ہستی میں جب نازک کوئی ہنگام آیا ہے
نہ اوروں نے مدد کی ہے نہ کوئی کام آیا ہے
مگر جب بے کسوں کے لب پہ ان کانام آیا ہے
"مدد یا لباجیؒ" کہکر بڑا آرام آیا ہے
یہی تو وہ سہارا ہے بھروسہ ہم کو جس پر ہے
مِرے سرکار غوث پاکؒ کے محبوب کا در ہے

کرم کی بھیک دیجئے ساعت امداد ہے آقا
کہ دین و ملک وملت پر بڑی افتاد ہے آقا
نگہ ویراں ہے دل گریاں سکوں برباد ہے آقا
نبامِ غوث اعظمؒ آپ سے فریاد ہے آقا
خطائیں لاکھ ہوں لیکن کرم توان سے بڑھ کر ہے
مِرے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

یہ طوفانِ بلا سیلِ حوادث اب ٹھہر جائے
یہ دور ابتلاء بھی اب کرم ہی سے گزر جائے
غلامِ بے نوا آخر کہاں ٹھیرے کدھر جائے
سوا اس در کے آقا اور کس در پر نظر جائے

اسی در سے امیدیں ہیں یہی در سب سے بڑھکر ہے
مرے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

کرم فرمایئے آقا دعاؤں میں اثر دیجے
سعادت بخشئیے دیدار کی تابِ نظر دیجے
منور روح کو اور قلب کو مسرور کر دیجے
بنامِ ساقیٔ کوثر ہمارے جام بھر دیجے

ہجومِ تشنگاں اے رحمتِ محبوبِ داور ہے
مرے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

وفا کی سرخیاں جھلکیں محبت کے فسانے سے
عطا ہو دولتِ ایمان سرکاری خزانے سے
تعلق بے نیازا نہ رہے سارے زمانے سے
رہے بس ربطِ محکم آپ ہی کے آستانے سے

غلامی آپ کے در کی ہمیں ہر شے سے برتر ہے
مرے سرکار غوثِ پاکؒ کے محبوب کا در ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرم یا اباجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہ جیلانی

کروں پہلے تو میں حمد و ثنائے ذات ربانی
پڑھوں پھر ایک نعتِ پاکِ فخر نوع انسانی
عطا ہو پھر مجھے سوزِ درون و کیف روحانی
ملے سرکار کی جانب سے اذنِ منقبت خوانی
کہوں پھر یہ بنام غوث ِ اعظمؒ غوثِ صمدانی
کرم یا اباجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

غلامِ بے نوا ہوں میں خطا کار و فرومایا
مرا مالک ہے وہ جسکا نہیں ہے کوئی ہم پایہ
لوائے عزّ و حشمت بحر و بر پہ جسکا لہرایا
وہ بارہ سال کا ڈوبا سفینہ جس نے تیرایا
اسی کے نام پر بحر نوازش میں ہو طغیانی
کرم یا اباجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

انوکھا سلسلہ تیرا انوکھی بات ہے آقا
ترے در کی غلامی دین کی سوغات ہے آقا
جہانِ معرفت میں تیری تنہا ذات ہے آقا
کہ جس کے در پہ فیضِ دین و دنیا ساتھ ہے آقا
تری اس شانِ یکتائی پہ دنیا کو ہے حیرانی
کرم یا لالہ جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

تری چشمِ کرم نے بھر دیئے ہیں کتنے پیمانے
نگاہِ کیف پرور پر تصدق لاکھ میخانے
کرم جس پر ہوا تیرا کرم کو بس وہی جانے
تری تنویر سے روشن ہوئے تاریک ویرانے
تری خلوت بھی نورانی تری جلوت بھی نورانی
کرم یا لالہ جیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

وہ تیری شانِ محبوبی جسے سرکار نے چاہا
مرے آقا مرے مالک مرے مختار نے چاہا
شہنشاہِ دو عالم سید الابرار نے چاہا
خدا نے اسکو چاہا جسکو اسکے یار نے چاہا
جو محبوبِ شہہ جیلاں وہی محبوب سبحانی
کرم یا لالہ جیؒ یا شمع بزم شاہِ جیلانی

وہ کوئی اور ہونگے ناز ہو جنکو مقدر پر
غلاموں کی نظر تو ہے نگاہِ بندہ پرور پر
کرم پر فضل پر مہر و عطا پر لطفِ سرور پر
گزارا اپنا ممکن ہے تو ممکن ہے اسی در پر
خطا میں ہم بھی یکتا ہیں عطا میں وہ بھی لاثانی
کرم یا لبّاجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

نہ کچھ سعی و عمل ممکن ہے نے کچھ پاس رکھتے ہیں
نہ تو سوزِ دروں نے گرمیٔ انفاس رکھتے ہیں
خطا پر ہے عطا اس بات کا احساس رکھتے ہیں
فقط تیرے کرم تیری عطا پر آس رکھتے ہیں
بجز تیرے نہیں کوئی مداوائے پریشانی
کرم یا لبّاجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

طلب کی راہ میں آقا جسے تیری ادا بھائے
فریبِ رنگ و بو کے اس جہاں میں چین کب پائے
سکوں اسکو اگر آئے تو تیرے نام سے آئے
جسے تو دوست رکھے اور جو تیرا دوست ہو جائے
اُسے سب ہیچ ہے یہ تختِ شاہی تاجِ سلطانی
کرم یا لبّاجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

نگاہِ لطف خاص آقا اگر اکبار ہو جائے
جہانِ آتشِ قلبِ تپاں گلزار ہو جائے
مرا غم خانۂ دل مطلعِ انوار ہو جائے
ذرا بھی آنکھ جھپکے اور ترا دیدار ہو جائے
پھر اسکے بعد بھی قائم رہے جلوں کی تابانی
کرم یا لباجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

جنہیں جاہ و حشم مطلوب ہو جاہ و حشم چاہیں
مگر ہم تو فقط تیری رضا تیرا کرم چاہیں
نہ کچھ اس سے زیادہ چاہیں نے کچھ اس سے کم چاہیں
طلب ایسی عطا کردے جو تو چاہے وہ ہم چاہیں
ہماری چاہتوں پر بھی رہے تیری نگہبانی
کرم یا لباجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

دعا یہ ہے کہ مجھکو میرے سرور دیکھتے رہنا
چلوں جس راہ پر تم بنکے رہبر دیکھتے رہنا
لحد میں نزع میں اور روزِ محشر دیکھتے رہنا
کوئی دیکھے نہ دیکھے تم برابر دیکھتے رہنا
ابد تک کرتے رہنا ہر طرح سے میری نگرانی
کرم یا لباجیؒ یا شمعِ بزمِ شاہِ جیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

خدا میرا خالق ہے ماحی نبی ہیں
وہ مالک ہیں میرے جو کُل کے ولی ہیں
بہت شمعیں انکے کرم سے جلی ہیں
مگر وہ جو سرتا قدم روشنی ہیں
مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابا جیؒ ہیں

اسی کو ہے توفیق مدحت یہاں پر
عطا جسکو قدرت ہو، فکر و بیاں پر
قلم کو بھی سکتہ ہے اس آستاں پر
مگر جب یہ چاہیں تو آئے زباں پر
مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

یہی ہیں جو طوفاں کو ساحل بنادیں
جو آسان ہر ایک مشکل بنادیں
نظر کو نظر دل کو جو دل بنادیں
جو ناقص سے ناقص کو کامل بنا دیں

مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

یہی جود و فضل و کرم کا خزانہ
یہی نازشِ محفلِ عارفانہ
اگر چاہیں یہ کھل کے جلوہ دکھانا
کہے ساری خلقت پکارے زمانہ

مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

مصیبت میں مشکل میں یہ ہیں سہارا
انہیں کے کرم سے ہے اپنا گزارا
نظر جو عطا ہو تو دیکھو نظارہ
جہاں بھی پکارو وہیں جلوہ آرا

مرے ابّا جیؒ ہیں مرے ابّا جیؒ ہیں

پہنچ جائے گو سیلِ غم اپنی حد پر
سفینہ رہے لاکھ طوفاں کی زد پر
نظر ہے اُسی چشمِ فیضِ ابد پر
مجھے ڈر نہیں ہے کہ میری مدد پر
مرے ابا جی ہیں مرے ابا جیؒ ہیں

کوئی آزمائش اگر برملا ہو
کوئی بھی ہو منزل کوئی مرحلہ ہو
زباں پر مرا ماہیِ صلِّ علیٰ ہو
میں کچھ بھی نہیں بس یہی غلغلہ ہو
مرے ابا جی ہیں مرے ابا جیؒ ہیں

عطا ہو مجھے وہ یقین دوامی
فرشتوں سے جب ہو مری ہمکلامی
وہ جب مجھ سے پوچھیں ترا کون حامی
کہوں جھوم کر یہ بہ ناز غلامی
مرے ابا جی ہیں مرے ابا جیؒ ہیں

بروزِ قیامت بہ ہنگامِ محشر
عطا ہو رہی ہو جو میری خطا پر
وہ پوچھے تو کہدوں گا اے میرے داور
مجھے حور و غِلمان و جنت سے بڑھکر

مرے لباجیؒ ہیں مرے لباجیؒ ہیں

بنامِ شہہِ بحر و بر میرے آقا
کرم کی ہو مجھ پر نظر میرے آقا
یہی دھن رہے عمر بھر میرے آقا
مرادیں مرے راہبر میرے آقا

مرے لبا جیؒ ہیں مرے لبا جیؒ ہیں

نہ غیروں کا شکوہ نہ اوروں کا غم ہو
مرا سر فقط تیرے در پر ہی خم ہو
غلامی سلامت رہے یہ کرم ہو
کرم ہی سے یہ ورد بھی دمبدم ہو

مرے لبا جیؒ ہیں مرے لبا جیؒ ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

ہے خالقِ کُل ذاتِ خداوندِ تعالیٰ
باقی جو ہے وہ نورِ محمدؐ کا اجالا
وہ گرتے ہوئے دین کو پھر جس نے سنبھالا
ڈوبے ہوئے مدت کے سفینے کو نکالا

بغداد کا وہ چاند پھر اس چاند کا ہالا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

آقا نے عطا کی ہے جنہیں دید کی توفیق
جو اہل نظر ہیں وہی کرسکتے ہیں توثیق
لیکن مرا دعویٰ نہیں مِنّت کشِ تصدیق
محبوب و مُحب میں کبھی ہوتی نہیں تفریق

جو چاند ہے ہالے کا وہی چاند کا ہالا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

ایسا نہ کوئی سلسلہ ہوگا نہ ہوا ہے
ماقبل کسی نے بھی نہ دیکھا نہ سنا ہے
کیا لطف و کرم فیض و عطا جود و سخا ہے
مجھ جیسا خطا کار سزا وار عطا ہے
اے صلِّ علیٰ تیرا کرم سب سے نرالا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

اسباب ہو اموال کہ جاداد ہماری
قربان ہیں ماں باپ کہ اولاد ہماری
ہر وقت سنی تونے ہی فریاد ہماری
ہر حال میں فرمائی ہے امداد ہماری
جب بھی کوئی لغزش ہوئی تونے ہی سنبھالا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

اے جانِ کرم اپنے غلاموں پہ کرم کر
بتخانۂ احساس کو ہمرنگ حرم کر
اخلاص و وفا لطف و محبت کو بہم کر
یا صاحب صد جود وکرم جود وکرم کر
ہر ایک خطا پر ہو کرم اور دوبالا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

مقصود نہ اعزاز ہو نَے جاہ و حشم ہو
عقبٰی کی طلب ہو نہ تمنائے ارم ہو
اے جانِ عطا جانِ کرم ایسا کرم ہو
بس سر ہو مرا اور ترا نقشِ قدم ہو
ہر تارِ نفس کی ہو صدا رَبِّیَ الاَعْلٰی
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلٰی

اے چشمِ کرم معرفتِ حق کا پتہ دے
محبوب جو ہے تجھکو وہ اندازِ وفا دے
یوں شانِ کرم سارے زمانے کو دکھا دے
جودوست ہے تیرا اسے تو دوست بنادے
محبوب رہے ہم کو ترا چاہنے والا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلٰی

دیتے ہیں سبھی یوں تو ترے در پہ سلامی
لیکن ہے کرم خاص بہ تخصیصِ غلامی
اے ہادیٔ بغداد کے محبوب گرامی
یک سوئی عطا کردے بہ تسکین دوامی
پھیلادے زمانے میں محبت کا اجالا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلٰی

کیا اور تمنائیں ہوں کیا اور صلہ ہو
الطاف و کرم اس سے سوا ہو بھی تو کیا ہو
کچھ اور وہ کیا مانگے جسے تو ہی ملا ہو
قربان ہر اس غم کے کہ تو جس کی جزا ہو
قربان بہ نقشِ قدمِ حضرتِ والا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

ہے دل میں فغاں آہ بہ لب ہونٹوں پہ نالے
افتاد بہت سخت ہے اب کون سنبھالے
ہیں ملکِ خداداد میں بھی دین کے لالے
مظلوم کو ظالم کے شکنجوں سے بچالے
تو نے تو بہت ڈوبے سفینوں کو نکالا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

بے اذن کسے حوصلۂ مدح و ثنا ہے
اشعار یہ میرے نہیں تیری ہی عطا ہے
دربار میں اعزازِ مدح خوانی دیا ہے
میں کچھ بھی نہیں ماہی مرا اصلؔ علیٰ ہے
ورنہ تو ثنا لفظ و معانی سے ہے بالا
سرکار کے محبوب تری شان ہے اعلیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درِ محبوبِ غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

ثنا و حمد ونعت و منقبت اعزازِ عالی ہے
غلامِ بے نوا کو کب گمانِ خوش مقالی ہے
نہ کیفِ سرمدیؒ ہے اور نہ اندازِ غزالیؒ ہے
زباں خاموش پر نم آنکھ ہے دامن بھی خالی ہے
مگر اس بات پر نازاں ترے در کا سوالی ہے
درِ محبوبِ غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

دیئے غم جنکو اپنوں نے ستایا جنکو دنیا نے
بہارِ گلشنِ ہستی سے آخر ہو کے بیگانے
سکوں سے آن بیٹھے ہیں ترے در پر جو دیوانے
بنامِ ساقیٔ بغداد بھر دے انکے پیمانے
یہی شانِ سقانِ الْحُبّ کاَ سٰاتِ الوِصالی ہے
در محبوب غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

جنہیں ہو دین کی چاہت مرے آقا کے گھر آئیں
نہ ملتی ہو جنہیں منزل ادھر آئیں ادھر آئیں
پئے اصلاحِ حالِ دل بہ عزم معتبر آئیں
عطائے غوث اعظمؒ عام ہے اہل نظر آئیں

صدائے حق بِحَالِیْ وَادْخُلُوْ اَنْتُمْ رِ جَالِیْ ہے
درِ محبوب غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

کہاں سب کامران و سرخرو ہو کر نکلتے ہیں
ہو جن میں ذوقِ دیں محکم وہ راہِ دیں میں چلتے ہیں
مگر سب ضابطے محبوب کی خاطر بدلتے ہیں
درِ محبوبِ غوث پاکؒ پر ہم جیسے پلتے ہیں

یہ تعبیر مَقَامِیْ فَوْ قَکُمْ مَازَا لَ عَالِیْ ہے
درِ محبوبِ غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

غلامی لبا جیؒ ایک رمز اہل عرفاں ہے
فسانہ غوثِ اعظمؒ کا ہے لبا جیؒ کا عنواں ہے
یہ سب جلوے اُسی کے ہیں وہ جو محبوبِ یزداں ہے
اَنَا فِیْ حَضْرَ ۃِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ جسکا فرماں ہے

صدا جسکی یُصَرِّفُنِیْ و حَسْبِیْ ذُوالْجَلالِی ہے
درِ محبوب غوثِ پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

عطا و فیض کا دریا درِ آقا
نہ کوئی دکھ اٹھاتا ہے نہ کوئی
ہر اہل دل زبانِ حال سے کھل کر یہ کہتا ہے
شریکِ حالِ دل ان کا کرم ہر حال رہتا ہے
یہی تعبیر حُکْمِیْ نافِذٌ فِی کلِّ حَالی ہے
درِ محبوب غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

نہ سازِ جاں نہ سوزِ دل نہ شمع آگہی اپنی
نہ یہ ذوق طلب اپنا نہ کیف و بے خودی اپنی
نہ فرماتے اگر یوں دستگیری لبا جیؒ اپنی
ہلاکت سے نہ ہم بچتے نہ بچتی زندگی اپنی
وہ لَوْاَلْقیتُ سِرّیِ فَوْ قَ مَیتِ نے بچالی ہے
درِ محبوب غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

پلائی ہے جنہیں آقا نے وہ مخمور رہتے ہیں
دل انکے بادۂ عرفان سے معمور رہتے ہیں
غم و اندوہ و حزن و یاس سے وہ دور رہتے ہیں
خطاؤں پر خطائیں کر کے بھی مسرور رہتے ہیں
یہ اک اعجاز وَافْعِل مَاْ تَشَاءُ فالِاسْمْ عالی ہے
درِ محبوب غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

اسی در پر جھکانی ہے سدا اپنی جبیں ہم کو
غلامی کا شرف ہے حاصلِ دنیا و دیں ہم کو
عطائے ہادئی بر حق پہ ہے کامل یقیں ہم کو
نہیں ہیں نیکیاں دامن میں لیکن ڈر نہیں ہم کو

مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اللّٰہُ رَبِّی قولِ عالی ہے
درِ محبوب غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

دعا یہ ہے کہ تاباب اثر یہ آہِ دل جائے
میسر ہو سکونِ دل یہ کربِ مستقل جائے
غلامِ بے نوا کا غنچۂ امید کھل جائے
ترے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مل جائے

قدم تیرا علیٰ قَدَمِ النَّبِی بَدْرِ الْکَمَالی ہے
درِ محبوب غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

اُٹھے موجِ کرم ایسی محبت میں ڈبو جائے
عطا وہ قرب ہو دل سے خیال من و تو جائے
دوئی کا فرق آخر جلوۂ وحدت میں کھوجائے
جو تیرا دوست ہے آقا ہمارا دوست ہوجائے

دعا یہ ہی بحق صَاحِبُ عَیْنِ الْکَمَالی ہے
درِ محبوب غوث پاکؒ کی عظمت نرالی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا حبیبی
سیّدی مولائی

ذات واحد کی شانِ یکتائی
سرورِ دو جہاں کی زیبائی
پنجتن کی جمال آرائی
غوثِ اعظمؒ کی جلوہ فرمائی
آپ کی ذات میں نظر آئی
سیّدی یا حبیبی مولائی

کوئی دیکھے بھی تو بتا نہ سکے
چشم باطن بھی تاب لا نہ سکے
ذہن و فکر و خیال جا نہ سکے
آپ کی گرد پا کو پا نہ سکے
سطوت جم کی کہ شانِ دارائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

ہر گھڑی ہے کرم فزوں سے فزوں
کیفِ دل سازِ جان و سوزِ دروں
کچھ کہوں بھی تو کیا زباں سے کہوں
آپ ہی سے ہے خلوتوں کا سکوں

آپ ہی سے ہے بزم آرائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

ہیچ ہیں منزل و مقام ہمیں
رتبہ و جاہ و احتشام ہمیں
ماسوا سے نہیں ہے کام ہمیں
آپ نے کہہ دیا غلام ہمیں

ہم نے معراجِ بندگی پائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

باغ رضواں نہ لطفِ حور و ارم
چاہیئے آپ ہی کا لطف و کرم
ہے یہی آرزو خدا کی قسم
سامنے آپ کا ہو نقش قدم

تا قیامت رہے جبیں سائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

زیست کا کب تھا حوصلہ مجھکو
جو دیا آپ نے دیا مجھکو
آپ ہی سے ہے آسرا مجھکو
تا ابد کیجئے عطا مجھکو

وحدت و وصل و قرب و یکجائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

جسکو ہر رنگ دوستی دیکھوں
آپ کی جس میں روشنی دیکھوں
جس جگہ دیکھوں جب کبھی دیکھوں
ایک ہی سمجھوں ایک ہی دیکھوں

معرفت کی عطا ہو بینائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

میرا ایمان ہیں یقیں ہیں آپ
دیکھتا ہوں جہاں وہیں ہیں آپ
کیا نہیں ہیں کہاں نہیں ہیں آپ
چارہ سازِ دلِ حزیں ہیں آپ

آپ ہی کیجئے مسیحائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

ذوقِ عرفان و بندگی دیجے
خوئے تسلیم و عاجزی دیجے
روشنی دیجے روشنی دیجے
مژدۂ قربِ دائمی دیجے
وصل و قربت کا ہوں تمنائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

ہوں ملوث نہ ہم گناہوں میں
ہم کو رکھیئے سدا نگاہوں میں
تا ابد ہم رہیں پناہوں میں
رہبری کیجیئے گا راہوں میں
جب بھی ہو عذر آبلہ پائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

مظہرِ نورِ کبریا پہ سلام
آل و اصحابِ مصطفیٰؐ پہ سلام
شاہِ شاہان اولیاءؒ پہ سلام
کہتا ہے تیری ہر ادا پہ سلام
نیرا دیوانہ تیرا شیدائی
سیّدی یا حبیبی مولائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

وہ نورِ ذات حق نورِ نبی سے آشکارا ہے
نجف میں بھی وہی بغداد میں بھی جلوہ آرا ہے
مرے آقا ترا دیدار بھی اسکا نظارہ ہے
تری شان کرم سے اسکی رحمت آشکارہ ہے
زمانے بھر سے رشتہ توڑ کر تجھکو پکارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

قبائے زیست کیفِ عشق سے گلرنگ ہو جائے
یہ اک ذرہ ہے لیکن در پہ تیرے سنگ ہو جائے
کرم کے سامنے دامن کی وسعت تنگ ہو جائے
مرا ذوقِ وفا بھی اس سے ہم آہنگ ہو جائے
مرے آقا تری چشم کرم کا جو اشارہ ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

زمانہ سے بجز اک درسِ عبرت کیا ملا مجھکو
مگر اسکی شکایت ہے نہ ہے اس کا گلا مجھکو
نویدِ منزلِ مقصود تیرا نقش پا مجھکو
بہت کافی ہے یہ تیرے کرم کا سلسلہ مجھکو

بہت اعلیٰ ہے یہ نسبت کہ تو آقا ہمارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

وفور تیرگی ہے زندگی کی جلوہ گاہوں میں
حقیقت اک فسانہ ہے زمانے کی نگاہوں میں
طلب میں ہی صداقت ہے نہ ہے تاثیر آہوں میں
فریب و انتشار زیست کی پُر پیچ راہوں میں

مفر کی کوئی صورت ہے نہ اب چلنے کا یارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

لبِ خاموش کو اب جرأت تقریر بھی دیدے
دعا کا حوصلہ بخشا ہے تو تاثیر بھی دیدے
چراغ زندگی کو عشق کی تنویر بھی دیدے
ابھی جو خواب تشنہ ہیں انہیں تعبیر بھی دیدے

تری چشم کرم کا اذن پاکر ہی پکارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

نہیں دخل اس میں کچھ میرے عمل کو یا تدبر کو
عطا فرمادیئے جو زاویہ تونے تفکر کو
میسر ہی نہیں الفاظ اظہار تشکر کو
یہ سب تیرے کرم سے ہے کہ جو بزم تصور کو
ترے نقشِ قدم سے روشنی لیکر سنوارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

مکمل چند لفظوں میں نہیں ہوتا یہ افسانہ
تجھے کس کس سے کیا نسبت ہے اسکو کس نے پہچانا
کوئی مجنوں کوئی عاشق کوئی شیدائی دیوانہ
نہیں سمجھے اگر سمجھے ، نہیں جانا اگر جانا
خطا کاروں کا بس تیرے کرم پر ہی گزارا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

کمی آقا کسی شئے کی نہیں تیرے خزانے میں
خطا ہم سے ہوئی تاخیر کی جو در پہ آنے میں
تجھے تو دیر لگتی ہی نہیں بگڑی بنانے میں
تری شانِ کرم کا بول بالا ہے زمانے میں
کہ تونے تو بہت ڈوبے سفینوں کو نکالا ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

نہ ایسی انجمن دیکھی نہ جان انجمن دیکھا
جسے دیکھا سرورِ قرب سے اسکو مگن دیکھا
یہاں حبِ نبی کا اک نرالا ہی چلن دیکھا
اویسی سروری نسبت سے فیض پنجتن دیکھا

کہ چودہ سو برس کے بعد بھی وہ ہی نظارہ ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

یہ وہ نعمت نہیں جو اہتمام زر سے ملتی ہے
نہ تو سعی و عمل سے اور نہ چشم تر سے ملتی ہے
متاعِ دین و ایماں دین کے رہبر سے ملتی ہے
غلامی غوث اعظمؒ کی جو تیرے در سے ملتی ہے

وہ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کا استعارہ ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

مرے الفاظ میں احساس میں فکر و تخیل میں
غم و الام اور لطف و مسرت کے تبادل میں
مرے ذوق وفا حسنِ طلب رنگِ توکل میں
وہ جس کو زندگی کہتے ہیں اس پورے تسلسل میں

اگر تو ہے تو سب کچھ ہے وگرنہ سب خسارہ ہے
فقط تیری تمنا ہے فقط تیرا سہارا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسدس

حمد رب وہ کرے جو رب علیٰ کو جانے
نعت وہ لکھے جو محبوبِؐ خدا کو جانے
منقبت وہ کہے جو شاہِ ہدیٰؒ کو جانے
مدح وہ کرسکے جو شانِ عطا کو جانے
جانتے وہ ہیں جو ہیں جاننے والے تیرے
ہم تو نازاں ہیں کہ ہیں ماننے والے تیرے

تو نے ازراہِ کرم ہمکو وہ دولت بخشی
جو کسی در سے نہیں ملتی وہ نعمت بخشی
سروری رنگ دیا قادری نسبت بخشی
شوقِ دیں اور طلبِ راہ حقیقت بخشی
سلسلہ فیض کا اسطرح سے پھر عام کیا
وہ جو اس دور میں ممکن نہ تھا وہ کام کیا

یہ بھی ہے تیرا کرم ہم جو یہاں تک پہنچے
پھر پہنچ کر بھی نہ سمجھے کہ کہاں تک پہنچے
جتنا سمجھے ہیں وہ بھی کیسے زباں تک پہنچے
ہاں جو تو چاہے تو پھر سارے جہاں تک پہنچے

اک نظر ڈال کے ادنیٰ کو بھی اعلیٰ کردے
اسم اللہ سے ہر دل میں اجالا کردے

وہ جو پردے میں ہیں جلوے وہ نمایاں کردے
شمعیں خاموش جو ہیں انکو فروزاں کردے
پھول جتنے ہیں انہیں زیب گلستاں کردے
تا ابد جو رہے اب ایسا چراغاں کردے

روشنی آنکھ کو دے دل کو حرارت دیدے
جس کا محبوب ہے تو اسکی محبت دیدے

بیٹھے ہیں راہِ طلب میں جو تری یاد لئے
دل کہ ہر کشمکشِ دہر سے آزاد لئے
تیشۂ شوق لئے جرأت فرہاد لئے
اعتمادِ کرمِ ہادیٔ بغداد لئے

انکی خاموشی میں اندازِ تکلم آجائے
یعنی ٹھہرے ہوئے دریا میں تلاطم آجائے

قلزمِ لطف و کرم ہو ترے گھر سے جاری
شوق منزل ہو تری راہ گزر سے جاری
قلبِ مردہ ہو فقط ایک نظر سے جاری
سلسلہ فیض کا ہو یوں ترے در سے جاری

طور سینا کی طرح ذرے منور ہو جائیں
ایسی وسعت ملے قطرے بھی سمندر ہو جائیں

سجدے بیتاب ہوں وہ ذوق جبیں سائی ہو
قلبِ بیدار حقیقت کا تمنائی ہو
محفل عام ہو یا خلوت و تنہائی ہو
ہر نظر ایک ہی جلوے کی تماشائی ہو

سازِ جاں مدحتِ سرکار کے نغمے برسائے
یعنی ہر سانس سے یا غوثؒ کی آواز آئے

ہو کرم ایسا کہ پھر کوئی بھی حاجت نہ رہے
ماسوا کے لئے دل میں کوئی چاہت نہ رہے
وہ یقیں دیدے کہ جس پر کوئی حجت نہ رہے
آنکھ کو جلوۂ محبوب سے فرصت نہ رہے

جس حقیقت کو سمجھتے ہیں فسانہ دیکھیں
غوث اعظمؒ کا کرم اہل زمانہ دیکھیں

وہ نوازش ہو کہ جو تابہ ابد عام رہے
ذکر ہر لب پہ ترا صبح رہے شام رہے
دل میں ہو یاد تری لب پہ ترا نام رہے
تیرا میخانہ رہے رند رہیں جام رہے

چشمِ حیرت تری بخشش کا تماشہ دیکھے
حسنِ یوسف، دمِ عیسٰی، یدِ بیضہ دیکھے

وقت امداد ہے اب اے شہہِ خوباں مدد ے
تیر گی حد سے بڑھی اے مہِ تاباں مدد ے
رات کٹتی ہی نہیں مہرِ درخشاں مدد ے
سخت آزار ہیں اَے عیسیٰ دوراں مدد ے

اک تری چشمِ کرم کا جو اشارہ ہو جائے
سیلِ آلام مرے حق میں کنارہ ہو جائے

آبِ رحمت کا ہو گلزارِ محبت میں نزول
ترو تازہ رہیں آقا ترے گلزار کے پھول
ہے خطاؤں پہ عطا تیرا کرم تیرا اصول
اس خطا کار کی یہ عرض بھی ہو جائے قبول

تیرے جلوے سحر و شام نگاہوں میں رہیں
تا ابد ہم ترے دامن کی پناہوں میں رہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واللہ اعلم بالصواب

ذیل میں چند عنوانات قائم کر کے ان سے متعلق اپنے تصورات اختصار کے ساتھ تحریر کر رہا ہوں۔ یہ وہ عنوانات ہیں جو میری دینی فکر کی راہ میں کبھی میرے لئے مسئلہ رہے ہیں مگر توفیق ربی سے اب ان معاملات میں میرا ذہن بالکل صاف اور قلب بحمد اللہ مطمئن ہے۔ اسی لئے انتہائی اختصار اور بھرپور اعتماد سے پیش کر رہا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جبر و قدر:

بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان لسان و قلب کی تصدیق کے ساتھ شریعت محمدی ﷺ پر عمل پیرا رہے۔ نازک اور پیچیدہ مسائل میں خود کو مبتلا کر کے اپنے یقین کو آزمائش میں نہ ڈالے اسلئے کہ طمانیتِ قلب ایمان سے ہی حاصل ہوتی ہے بعض لوگ غور و فکر کے بعد اس منزل پر پہنچتے ہیں اور بعض کو اللہ تعالیٰ ذہنی مشقت کے بغیر ہی یہ دولت عطا کر دیتا ہے۔ جنہیں یہ دولت میسر ہے انہیں تقدیر و تدبیر کی بحث سے دور رہنا چاہئے کہ یہ مسئلہ صدیوں سے زیر بحث رہنے کے باوجود حل نہیں ہو سکا ہے۔ اصل یہی ہے کہ ایمان جبر و قدر کے درمیان ہے۔

عالم ظاہر میں جتنا بھی انسان کا اختیار نظر آتا ہے وہ عالم باطن میں جبر ہے ہم اپنی دانست میں اپنے ارادہ سے ایک فیصلہ کرتے ہیں مگر عالم باطن میں ویسا ارادہ اور وہ فیصلہ کرنا ہمارا مقدر تھا۔ اولیاء سے جو کرامات ہوئیں اور انبیاء سے جو معجزے ہوئے وہ پہلے سے ان کا مقدر تھے۔ بلکہ خود نبوت اور ولایت بھی مقدر ہوتی ہے ہم اگر یہ سوچ کر بے عمل ہو کر بیٹھ جائیں کہ جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا تو اگر ہمارے مقدر میں بے عمل ہو کر بیٹھنا ہے تو بیٹھیں گے ورنہ کسی بھی دلیل یا تاویل سے فعال ہو جائینگے۔ یا جتنی بے عملی مقدر تھی اتنے بے عمل رہینگے اور جو عمل مقدر تھا وہ کر کے رہیں گے۔

شرک:

اللہ کو واحد اور قادر مطلق ماننے والا کبھی مشرک نہیں ہو سکتا۔ عبد کو معبود اور مخلوق کو خالق ماننے سے شرک عائد ہوتا ہے۔ مدح کے غلو یعنی کسی کی بڑھی چڑھی تعریف کو شرک نہیں کہہ سکتے۔ اگر کوئی شخص اپنے شیخ کو مشکل کشاء دستگیر، مدد کرنے والا، اور شریک حال ماننے کے ساتھ انہیں اللہ کا بندہ جانتا اور مانتا ہے تو یہ عمل شرک نہیں ہے بغیر نیت کوئی شرک عائد نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ اگر سجدہ میں ناک زمین سے نہ لگی تو کہتے ہیں کہ سجدہ نہیں ہوا مگر اپنے شیخ کے مزار پر اگر کوئی تعظیماً سر جھکا دے تو کہتے ہیں کہ سجدہ ہو گیا ایسے دوہرے معیار والے لوگوں کے اجتہاد معتبر نہیں۔

تبلیغ و تفکر:

تبلیغ دعوتِ خیر کو کہتے ہیں، منطقی مباحثہ کو نہیں۔ دعوت خیر ہر شخص کے لئے حسب استطاعت لازم ہے۔ منطقی مباحث کسی پر فرض نہیں ہیں۔ غور و فکر عقیدہ کو پختہ کرنے کے لئے ہے عقیدہ کو پرکھنے کے لئے نہیں۔ اسلامی عقیدہ حقیقت ہے اور حقیقت ہماری محتاج نہیں۔ ہم حقیقت کے محتاج ہیں۔ غور و فکر حقیقت کو پانے کے لئے ہے پرکھنے کے لئے نہیں۔ ہدایت تقویٰ کرنے والوں کے لئے ہے جو غیب پر ایمان لائے نہ کہ فلسفیوں کے لئے۔ آغاز قرآن میں ہی ال م کو کلامِ الٰہی ماننا بغیر سمجھے ہوئے ایمان لانے کا لازمہ ہے۔ بلکہ اس میں تو تاویل بھی

احسن عمل نہیں ہے واللہ اعلم بالصّواب۔ دلیل کے ذریعے اللہ کو ایک ماننا دلیل پر ایمان لانا ہے اور اللہ کو ایک مان کر قلب کو دلیل سے مطمئن کرنا اسلامی تفکر ہے۔ دلیل و فکر کے ذریعہ توحید تسلیم کرنا کچھ اور ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایمان لا کر انکے فرمان کے مطابق توحید کا عقیدہ رکھنا کچھ اور ہے یہ بڑی سعادت ہے۔

صاحب امر:

واضح حکم ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اسکی اطاعت کرو جو تم میں صاحب امر کیا جائے۔ امر کے معنی حکم کے ہیں اور صاحب امر سے مراد وہ شخص ہے جسے حکم چلانے کا اختیار ہو۔ خلافتِ راشدہ تک تو صاحب امر واضح تھا اور سب پر امیر المومنین کی اطاعت فرض تھی اور اسکے اقرار کے لئے بیعت کی جاتی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج کے دور میں امر کو کیسے تلاش کیا جائے اور کس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ بعض لوگ حاکم وقت کو صاحب امر تصور کرتے ہیں مگر حاکم وقت تو آج کی دنیا میں امر نہیں ہوتا کہ اسکی باقاعدہ اور قانونی اپوزیشن ہوتی ہے۔ اور ہر قوم و ملک میں وہ اس قوم یا ملک کے دستور کے تابع ہوتا ہے جس کی رو سے اسے حاکمیت ملی ہے۔ چنانچہ امر کے معنی ایسے فرد کے ہیں جسے باطنی طور پر وہ نعمت حاصل ہو جسکی بنیاد پر وہ حکم نافذ کر سکے جیسے عہد خلافت راشدہ میں خلفائے راشدین کو یہ نعمت حاصل رہی ہے۔ چنانچہ فی

زمانہ امر کی تلاش اور اسکے ہاتھ پر بیعت وہیں کرنی چاہیے جہاں قلب گواہی دے اور یہ بھی لازم نہیں کہ ہم میں صاحب امر ایک ہی ہو۔

نیت اور عمل:

ظاہر ہے کہ فرد عمل سے پہچانا جاتا ہے کسی معاشرے میں فرد جس عمل کا مظاہرہ کرتا ہے اسی کی نسبت سے اسکی شخصیت کا تعین ہوتا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ عمل نیت سے ہے اور اس حقیقت کو ماہرینِ نفسیات بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نیت کے ظہور یا خارجی اظہار کو عمل کہا جاتا ہے۔ نیز یہ کہ نیت داخلی عمل ہے اور عمل خارجی نیت ہے۔ نیت صاحب معاملہ جانتا ہے اور عمل دوسروں کے لئے قابلِ مشاہدہ ہوتا ہے۔ سزا عمل پر ہے اور جزا نیت پر ہے۔ حدیث شریف ہے کہ مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے اور منافق کا عمل اسکی نیت سے بہتر ہوتا ہے۔ چناچہ فلاح کا راز نیت کی صحت ہے۔ اگر ہم سے عملاً کوئی لغزش بھی ہو جائے تو اس سے تائب ہو کر نیت کی حفاظت کرنی چاہئے۔ دراصل ایمان اور عقیدہ بھی نیت کا ہی نام ہے جب اس میں پختگی ہو گی تو یہ لازماً عمل میں ڈھلے گی۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ "وقت گواہ ہے کہ انسان خسارہ میں ہے، سوائے انکے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور سچ اور صبر کی وصیت کی۔ یعنی اعمال صالح حق کی وصیت اور وصیتِ صبر کے لئے پیشگی شرط ایمان لانا ہے۔ نیت کی صحت کے بغیر کوئی نیکی نیکی نہیں ہے چناچہ بڑی بات نیک نیت ہونا ہے۔

نعمت اور بیان:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپکے رب نے آپ کو جو نعمت دی ہے اسے بیان فرمایئے اور اولیاء کرام اپنی نعمتوں کو بیان کرنے کے بجائے چھپاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ منصب رسالت کے لئے اظہار لازم ہے، ولایت کے لئے اخفا بہتر ہے۔ رسول اس منصب پر فائز ہوتا ہے جہاں اُسے دوسروں کی اصلاح کے لئے اپنی نعمتیں بیان کرنی پڑتی ہیں۔ مگر ولی اللہ پر نعمتوں کا اظہار لازم نہیں ہوتا سوائے انکے جنہیں عالم ظاہر میں بھی نفوس کی تربیت کا کام انجام دینا ہو جیسے احیائے دین کے لئے حضرت غوث پاکؒ سے کہا گیا اور آپ نے قصیدۂ روحی اور قصیدۂ غوثیہ میں اپنی شان بیان فرمائی مگر رہروانِ راہ سلوک کے لئے یہ بہتر ہے کہ مشیت کے راز اخفا میں ہی رہنے دیں تا آنکہ اسکے لئے کوئی حکم ہو جائے۔

خوف اور غم:

اللہ کے دوست خوف اور غم سے بالاتر ہوتے ہیں۔ یہ خصوصیت انسان کو نفسیاتی امراض سے پاک کر دیتی ہے۔ یہ اسلئے کہ تمام امراض کی جڑ خوف ہے اگر اس کا رخ اندر کی طرف ہو جائے تو یہ غم بن جاتا ہے اور خارج کی طرف ہو جائے تو جارحیت اور غصہ بن جاتا ہے ان ہی اعمال کی مختلف نسبتوں اور حالتوں سے نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ خائف ہو کر فرد تحفظ چاہتا ہے اعتدال سے بڑھا ہوا

خوف اعتدال سے بڑھے ہوئے حصول تحفظ کی ترغیب دیتا ہے اور اعتدال سے بڑھے ہوئے تحفظ کی سعی فرد کی نیت اور عمل دونوں میں فساد پیدا کر کے نفسیاتی صحت تباہ کر دیتی ہے۔ یہاں خشیت اور خوف میں تمیز کرنی چاہئے کہ خشیت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے جبکہ خوف مخلوق سے بھی وابستہ ہے۔ ہر خوف کی جڑ موت کا خوف ہے اور وہ لوگ جو موت کو وصال جانتے ہیں خوف سے بالاتر ہو جاتے ہیں۔

جن وانس:

لفظ "جن" کے معنی چھپے ہوئے کے ہیں یہ ایک آتشیں مخلوق ہے جو انسان کی چشم ظاہر سے پوشیدہ ہے۔ یہ مخلوق بھی معاشرتی زندگی گزارتی ہے ان میں موت اور ولادت، رشتے اور قرابت سب انسانی معاشرے کی طرح ہیں۔ انکے باقاعدہ نام ولدیت اور شجرے موجود ہیں۔ ان میں ایماندار اور بے ایمان، نیک اور بد دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ یہ اپنے قول کا پاس کرنے والی مخلوق ہے۔ بعض شکلوں میں یہ متشکل بھی ہو سکتے ہیں۔ جسمانی ہیت میں آنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے مگر اس کا اختیار ہے۔ یہ انسانوں یعنی علماء اور اولیاء سے دینی علم کسب کرتے ہیں۔ تعلیم قرآن کے لئے زانوے تلمذ انسان کے آگے طے کرتے ہیں طاقت اور رفتار میں انسان سے بہت زیادہ ہیں۔ ناری ہونے کی وجہ سے نور سے ان کی ہلاکت ہے اسی لئے اولیائے کرام کے فرمانبردار رہتے ہیں۔ انسان عاملوں کی طرح خود بھی عملیات کا ورد رکھتے ہیں۔ آیۃ الکرسی اور والنّاس کے علاوہ بعض دیگر قرآنی آیات کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں۔ سوائے اسکے کہ وہ خود بھی اسکے عامل

ہوں۔ عام انسانوں سے بھی مربوط ہو سکتے ہیں اور انہیں نفع و ضرر بھی پہنچا سکتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق زعفر جن اپنے لشکر سمیت حضرت امام حسینؑ کی مدد کے لئے بھی آیا تھا مگر آپ نے منظور نہیں فرمایا۔

حادثہ اور اتفاق:

باطن میں اور روحانیت میں حادثہ اور اتفاق نہیں ہوتا اسلئے کہ اپنی خلق میں واقعہ حادثہ اور اتفاق ایک ہی ہیں۔ کسی واقعہ کو ہم حادثہ یا اتفاق اپنی توقع اور اسباب کی نسبت سے کہتے ہیں۔ عالم اسباب میں علت و معلول کا جو سلسلہ ہماری توقع کے مطابق چل رہا ہے اگر کبھی خلاف توقع ہو جائے تو ہم اسے حادثہ کہتے ہیں کسی صحت مند آدمی کا اچانک انتقال کر جانا، کسی گاڑی کا اچانک اپنے راستہ سے بھٹک جانا، کسی سلسلہ اعمال کا بدیہی اسباب سے تجاوز ہو جانا تمام شکلیں ہماری محدود بصیرت سے وابستہ ہیں۔ مگر روحانیت اور باطن کی نظر یا بصیرت محدود نہیں ہوتی اسلئے باطن میں کوئی حادثہ نہیں ہوتا۔ نہ ہی کوئی چیز اتفاقی ہوتی ہے۔ چنانچہ باطنی اور روحانی نسبتوں سے جو بھی وقوعات ہوں انہیں مشیت مقدر اور مرضیٔ مولا سے تعبیر کرنا چاہیئے دین میں نہ تو فتح مکہ اتفاق ہے نہ واقعہ کربلا۔ یہ سب پہلے سے مقدر تھے۔

دین و دنیا:

عام طور سے دین و دنیا کو دو متضاد حقیقتوں کے طور پر تصور کیا جاتا ہے اور افعال و اعمال کو بھی اسی نسبت سے دینوی عمل اور دنیوی عمل یا معاملہ کہا جاتا ہے

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مومن کی دنیا دین سے الگ نہیں ہوتی۔ جیسا کہ حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا ہے کہ "دنیا کو دل سے نکال کر ہاتھ میں لے"۔ پھر دست بہ کار دل بہ یار ٹھیک ہے۔ یہ مومن کی دنیا ہے ہاں دنیا سے متلازم آخرت ہے اور ہمیں حکم بھی ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں حسنات طلب کرو، میں حسنات کے ساتھ دنیا اور آخرت دونوں میں آسانیاں بھی طلب کرتا ہوں اے ہمارے رب آسان کر مشکل نہ کر اور خیر سے تمام کر۔ اور دنیا و آخرت میں کامیابیاں عطا فرما۔ آمین

مرض اور موت:

ایک معالج کی حیثیت سے امراض و اموات کا مشاہدہ میرا روز مرّہ کا معمول ہے اور میں اپنے تجربہ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مرض کا موت سے کوئی تعلق نہیں ہے انسان اگر سو مرتبہ امراض میں مبتلا ہو تو ننانوے مرتبہ صحت مند ہو جاتا ہے۔ صرف ایک مرتبہ مرتا ہے وہ بھی اس مرض سے جسے اللہ تعالیٰ مرض الموت بنا کر نافذ کرے۔ یہاں بھی پہلے حکم مرگ صادر ہوتا ہے پھر مرض کو اسی کا سبب بنا دیا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ "موت زندگی کی ضمانت ہے کہ وقت سے پہلے نہیں آئے گی"۔ چنانچہ عام بیماریاں جو بظاہر ہماری بد پرہیزی یا بے اعتدالی یا انفیکشن کا نتیجہ معلوم ہوتی ہیں یا تو سزا ہوتی ہیں یا آزمائش یا انعام چنانچہ میں جب بیمار ہوتا ہوں تو کہتا ہوں اے میرے رب اگر یہ بیماری سزا ہے تو معاف فرما، آزمائش ہے تو میں اسکے لائق نہیں اور اگر عطا ہے تو برداشت کی

توفیق عطا فرما۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا جب میں بیمار ہوتا ہوں تو میرا رب شفا دیتا ہے۔ چنانچہ مرض اور شفا دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔ البتہ علاج سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

دلیل اور عقیدہ:

اسلامی تعلیمات کی روح یہ ہے کہ عقیدے کو دلیل سے استحکام دینا چاہئے نہ یہ کہ عقیدے کو دلیل کے تابع کر دیا جائے۔ شیطان کے لئے آخری جواب یہی ہے کہ "اللہ کو بے دلیل مانا"۔ عقیدے کو دلیل کے ساتھ چلانا تیزاب سے کھیلنا ہے۔ شیطان مردود ابتداء میں عقیدے کے حق میں دلائل سے مطمئن کر دیتا ہے۔ مگر آخری حربہ کے طور پر "ردِ دلیل" سے حملہ آور ہوتا ہے۔ اسوقت "دلیل بے دلیلی" ہی کام آتی ہے۔ جب عقیدہ محکم ہو جاتا ہے تو عشق کا آغاز ہوتا ہے عشق اپنے کمال پر معرفت ہے۔ اور اسی منزل کی یہ خصوصیت ہے کہ:

افلاک سے نالوں کا آتا ہے جواب آخر
اٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

جاننا اور ماننا:

میرے نزدیک اسلام کی بنیادی روح ماننا ہے، جاننا نہیں یعنی تسلیم ہے تفہیم نہیں ہے بلکہ یوں کہئے کہ دین "اسلام" ہے "افہام" نہیں ہے۔ عقیدے کا تعلق قلب سے ہے ذہن سے نہیں ہے اسی لئے اقرار بالقلب کی اصطلاح

استعمال ہوتی ہے۔ عرفِ عام میں جاننے کا تعلق ذہن سے ہے جو ایک وقوفی عمل ہے۔ جسکی اساس حس یا تمثال ہے۔ جبکہ ماننے کا عمل جذبہ یا ایقان اور وجدان سے متعلق ہے۔ اگر خوش قسمتی سے یہ دونوں عمل ہمرنگ ہو جائیں تو عرفان وجود میں آتا ہے۔ یہ بڑی سعادت ہے۔ عطا ہے، توفیق سے ممکن ہے۔ بزورِ بازو نیست۔ عرفان کی روشنی عشق کے چراغ کی لو سے حاصل ہوتی ہے۔

کچھ آگ دی ہوس میں تو تعمیر عشق کی

جب خاک کردیا اسے عرفاں بنادیا

عجز اور کبر:

حضرت نظام الدین قادریؒ اکثر فرماتے تھے کہ ایک ایسی نیکی ہے جو بندے کے پاس ہے۔ اللہ کے پاس نہیں ہے۔ اس بیان سے مراد "عجز" کی اہمیت واضح کرنا تھی۔ عجز اللہ تعالیٰ کی سلبی صفت ہے اس کا نہ ہونا اس میں لازم ہے مگر بندے کے لئے عجز ہی عبدیت کبریٰ کی راہ فراہم کرتا ہے بندے کا خود کو عاجز جاننا محض ایک حقیقت کا اعتراف ہے یہ کسر نفسی نہیں حقیقت بیانی ہے۔ اس لئے کہ جو عاجز ہے اسے عاجز جاننا ایک سچائی ہے چنانچہ بندے کیلئے عجز حق ہے جیسے اللہ کے لئے کبریائی حق ہے۔ کبر بندے کے لئے خلاف حقیقت اور ناپسندیدہ ہے پھر یہ کہ عجز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا اہم ترین پہلو ہے وہ جو دو عالم کا مشکل کشاء اور حاجت روا ہے اپنے لئے عاجزی اور عبدیت کو معراج جانتا تھا۔

علم و آگہی:

علم محض ایک وقوفی عمل نہیں جسے محض آگہی کہتے ہیں۔ بلکہ یہ صفت خداوندی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو متصف کیا اور فرشتوں کے مقابلے میں اس کو اعزاز قرار دیا۔ سردار الانبیاؑ حضور اکرم ﷺ کو علم کا شہر بنایا، سردار الاولیاء مولائے کائنات کو اس کا دروازہ قرار دیا گیا اور جملہ مومنین و مومنات کے لئے اسے لازم بنایا اور وحی کا آغاز "اقراء" سے کیا گیا۔ علم کے وسیع تر مرادی معنوں میں ہنر اور فنون اور ٹیکنولوجی بھی شامل ہے۔ مگر اسکی اصولی تعریف حقیقت کی معرفت ہے اور اسکا جاننے والا صرف اللہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ایک بڑی نیکی:

ویسے تو ہر وہ کام جو اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے نیکی ہے۔ اسنے جو فرائض عائد کئے ہیں ان پر عمل پیرا ہونا نیکی ہے۔ اس نے جو کام منع فرمائے ہیں ان سے بچنا نیکی ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بلکہ اتباع کی آرزو نیکی ہے۔ مقربین کی تقلید نیکی ہے مگر ایک نیکی جو اللہ کو بہت پسند ہے اور جس کا قرآن حکیم میں بار بار تذکرہ کیا گیا ہے وہ "بھوکے کو کھانا کھلانا" ہے میرے دوست فرماتے تھے کہ غریب ہو کہ امیر بھوک کا تشنج سب کے پیٹ میں یکساں ہوتا ہے اس لئے جو بھی بھوکا ہو اسے کھلاؤ اللہ اس سے خوش ہوگا۔ اس نیکی کے علاوہ ایک اور

سب سے بڑی نیکی ہے جو کبھی "رد" نہیں ہوتی جو اللہ اور اسکے فرشتے بھی کرتے ہیں اور وہ ہے "اپنے نبی پر درود" جسقدر بھی، جہاں بھی اور جب بھی ممکن ہو "درود" اور میرے عقیدے کے مطابق "درود تاج شریف"۔ سبحان اللہ

سچ اور سب:

میرے مرحوم دوست سید باسط علی جعفری قادری نے مجھ سے فرمایا کہ "سچ کہو سب نہ کہو" اس قول کی معنویت پر جتنا بھی غور کیجیے رموز کھلتے جاتے ہیں اول تو یہ کہ اس اصول سے کم گوئی صادق آتی ہے۔ غیر ضروری گفتگو سے نجات ملتی ہے پھر یہ کہ انسان کسی گرفت میں نہیں آتا۔ اگر کوئی آپ سے آپ کے مزاج دریافت کرے تو کہیے "الحمد للہ" حمد اللہ کے لئے ہے یہ سچ ہے۔ سچ کہئے مگر واردات و وقوعات و کیفیات کے دفتر نہ کھولدیں اس لئے کہ سب کہنا مناسب نہیں حالانکہ وہ درست ہی کیوں نہ ہو۔ مگر اس کا کہنا ضروری نہ ہو تو ہرگز نہیں کہیں۔ سرکار غوث پاکؒ نے فرمایا کہ "کھانا اس وقت جب فاقہ ہو۔ سونا اس وقت جب نیند کا غلبہ ہو اور بولنا اسوقت جب ضروری ہو"۔ اور ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ ہر ایک سے اسکی بساط یعنی ذہنی سطح کے مطابق بات کرو۔ نفوس میں شریعت روحانیوں میں طریقت۔

گناہ اور گنہگار:

آدم کی فطرت کا ورثہ گناہ اور توبہ دونوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جبکہ ابلیس کے پاس صرف گناہ ہے توبہ نہیں ہے۔ آدم کی عظمت ہی گناہ کے بعد توبہ

سے ہے۔ توبہ کے بعد رحمت ہے۔ "اگر مجھے کوئی ایسی بستی نظر آجائے جو نادم گنہگار سے خالی ہو تو میں اسے الٹ دوں کہ وہ رحمت سے محروم ہے"۔ اگر اللہ گنہگاروں پر مہربان نہ ہوتا تو انبیاء کیوں آتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ ہے کہ آپ گناہ سے دور اور گنہگار سے قریب ہیں۔ یہ شانِ رحمت ہے اگر ہادی گنہگار سے دور ہو جائے تو ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ میرے مرحوم دوست سید باسط علی جعفری فرماتے تھے کہ "گناہ سے بھاگو گنہگار سے نہیں"۔

نفی اور اثبات:

نفی اور اثبات تصوف کی دو اصطلاحات ہیں جو اپنی معنویت میں محکم منطقی بنیاد کی حامل ہیں۔ کسی بھی شے کے تصور یا تعقل کو بیان کرنے یا سمجھنے کے لئے اس میں بعض صفات کا ہونا اور بعض کا نہ ہونا تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کی صفات بھی بعض ایجابی ہیں۔ جنکی اثبات لازم ہے اور بعض سلبی ہیں جن کی نفی لازم ہے۔ مثلاً رحمت اسکی ایجابی صفت ہے اسکی اثبات لازم ہے اور جسامت اسکی سلبی صفت ہے اسکی نفی لازم ہے اسی طرح عبد و معبود کے رشتہ میں بندے کے لئے عجز کی اثبات اور کبر کی نفی اور معبود کے لئے کبر کی اثبات اور عجز کی نفی ضروری ہے۔ راہ سلوک میں چلنے اور چلانے والے سالک کی انانیت اور انائی محرکات کی نفی لازم قرار دیتے ہیں۔ معرفت کے لئے اپنی نفی اور اسکی اثبات لازم ہے۔ اور اسکی شانِ کریمی کا مظہر کامل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے چنانچہ وہاں اثبات اور

یہاں نفی ضروری ہے۔ یعنی "میرا ماہی صلی علیٰ میں کچھ بھی نہیں"۔

دعا:

دعا کے معنی چاہنے کے ہیں اور بندے کو مولا کی طرف سے یہ آزادی ہے کہ جو چاہے اپنے رب سے مانگے۔ مگر فقیری سطح پر ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اس عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہے تو کیا یہ بندے کو زیب دیتا ہے کہ وہ جو کچھ ہو رہا ہے اس سے مختلف چاہے یعنی اللہ کی مرضی کے خلاف چاہے! اسی احساس میں مولانا حسرتؔ موہانی نے کہا:

مرضیٔ یار کے خلاف نہ ہو　　لوگ میرے لئے دعا نہ کریں

دوسری طرف یہ کہ دعا مانگنا سنت ہے اور بعض دعائیں مسنون ہیں بعض آیات قرآنی بھی دعائیہ ہیں۔ تو کیا دعا نہ کریں!

جواب یہ ہے کہ قرآنی دعائیں بندے کی ذاتی چاہت نہیں بلکہ ہدایت ہیں وہ دعائیں مانگنی ضروری ہیں۔ جہاں تک مسنون دعاؤں کا تعلق ہے تو وہ دعائیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی ہوئی ہیں اور آپ جو کچھ بولتے تھے، وہ اللہ کی مرضی سے بولتے تھے اسلئے مسنون دعائیں بھی اللہ کی ہی مرضی سے ہیں۔

البتہ قرآنی مسنون دعاؤں کے علاوہ نجی دعاؤں کی بھی اجازت ہے یعنی یہ کہ بندہ مولا کی مرضی میں راضی رہتے ہوئے اپنی التجائیں بھی اسکے حضور پیش کردے اور اسی جذبہ کے ساتھ مولا اگر یہ میرے لئے بہتر ہیں تو انہیں شرف

قبولیت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ خود چاہتا ہے کہ مجھ سے مانگو، اور وہ مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے جو دعائیں اس عالم میں پوری نہیں ہوتیں وہ بعد کے لئے اُٹھار کھی جاتی ہیں اور ان کا اجر ہے۔ چنانچہ دعا مانگنی چاہئے مگر افضل یہ ہے کہ قرآنی اور مسنون دعائیں مانگی جائیں اور نجی دعائیں بھی کی جائیں۔ مگر ان پر اڑنا نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ بندے کی معراج اسکی رضا میں راضی ہونا ہے۔ اگر دعا قبول ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اسکی ہی مرضی تھی جو اس نے بندے کی زبان سے کہلوا کے پوری کی ورنہ خلاف مرضی یا رہماری کچھ طلب نہیں۔

نظام عالم:

قرآن حکیم میں جگہ جگہ آسمانوں کا، زمین کا، دن کا، رات کا، چاند سورج کا، اجرامِ فلکی کا، بارش کا اور ہواؤں میں اڑنے والے پرندوں کا، چلنے والے جانوروں کا ، اور تیرنے والی کشتیوں کا تذکرہ ہے اور پھر یہ دعویٰ ہے کہ یہ نظام زبردست حکمت والے نے ایک خاص تخمینے سے بنایا ہے۔۔ یعنی عالم ظاہر کے تمام نظام ایک مقررہ فطرت پر قائم کر دیئے گئے ہیں جو "افعالِ الٰہی" ہیں اور ایک عمومیت کے ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ کبھی کبھی وقوعات افعالِ الٰہی کے تقاضوں کے خلاف بھی ہو جاتے ہیں یعنی آگ جلاتی نہیں ہے...... چھری کاٹتی نہیں ہے...... پانی ڈبوتا نہیں ہے...... ہوا پر تخت اڑتا ہے...... دریا میں خشک راستہ فراہم ہوتا ہے...... مچھلی کے پیٹ سے انسان زندہ نکل آتا ہے...... بغیر باپ کے بیٹا پیدا ہوتا ہے...... اور عبد

اپنے معبود کے پاس عرش پر جاکر لمحہ کے اندر واپس آجاتا ہے۔ یہ فطرت کی مستثنیات ہیں۔ یعنی یہاں "امر الٰہی" فعل الٰہی پر غالب رہتا ہے۔ اور ذات باری تعالیٰ اپنے امر پر بھی غالب ہے۔ یہی "کن" کی شرح یعنی "فیکن" ہے جس پر اللہ کی ذات غالب ہے۔ غلطی وہیں ہوتی ہے جہاں "امر" افعال کے تابع سمجھا جاتا ہے۔ یہی غلطی شیطان سے ہوئی اور بہت سے "خرد مند" اور منطقی لوگ اسی غلطی کا شکار ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں کہ وہ "اوامر اکو افعال" سے مطابقت دیتے ہیں۔ یعنی امر کو فعل کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں اور معجزات و کرامات کے منکر ہو جاتے ہیں۔ امر کو معمول کے پیمانے پر ناپنا شیطانیت اور موجب مردودیت ہے۔ اسی "امر" سے انبیاء اور اولیاء کو جو حصہ دیا جاتا ہے اس سے ہی معجزے اور کرامات ظہور پذیر ہوتے ہیں اور اسی امر والے کی اطاعت کا حکم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ ہے۔

وحدت و کثرت:

وحدت کے معنی ایک ہونے کے ہیں اور کثرت کے معنی ایک سے زیادہ ہونے کے ہیں۔ وحدت خالق کے لئے ہے اور کثرت مخلوق کے لئے، کہ اُسے "جوڑوں میں پیدا کیا گیا" اللہ نے وحدت اپنے لئے مخصوص کی اور کثرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دی ارشاد ہوا کہ "ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا" یعنی وحدت کے علاوہ جو کچھ ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ جب بندہ اللہ سے واصل

ہوتا ہے تو کبھی وحدت میں کثرت کا اور کبھی کثرت میں وحدت کا گمان ہوتا ہے۔

وحدت کی شان یہ ہے کہ:

امتیازِ طالب و مطلوب مشکل ہو گیا
قطرہ دریا بن گیا دریا میں شامل ہو گیا

اور کثرت کی شان یہ ہے کہ:

کسی نے کہا عرش اعظم پہ ہے وہ
کسی نے مدینے کی گلیوں میں دیکھا

روزہ، نماز اور خدا:

ایک صاحب نے فرمایا کہ میں روزے نماز کو فرض نہیں مانتا اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔ مگر بحمد اللہ پکا مسلمان ہوں اس لئے کہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہوں اور اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ بات صاف ہے کہ قرآن کریم کی اصطلاحات کو چھوڑ کر کسی دوسری زبان کی اصطلاحات کو عقیدے کی بنیاد نہیں بنانی چاہئے۔ ہم اللہ کے بندے ہیں "خود آنے والے کا تصور درست نہیں ہے"۔

آپ "یا اللہ" ایک تسبیح پڑھیے ثواب ہو گا "او گاڈ" پڑھنے کا کوئی ثواب نہیں۔ جب فائق کا نام ہر زبان میں فائق ہے تو اللہ کا نام فارسی میں خدا کیوں؟ یہ برصغیر پر فارسی کے غلبہ کا نتیجہ ہے کہ نماز، روزہ، سی پارہ، گناہ، پاکی ناپاکی جیسے ہزاروں الفاظ رائج ہو گئے۔ اور ہم اصطلاحات کے ترجمہ میں کھو کر اصل کو بھول

گئے۔ ہندوستان میں تو خدا حافظ عام تھا مگر تشکیلِ پاکستان کے بعد بحمد اللہ "اللہ حافظ" کہا جانے لگا۔ وہاں تو السلام علیکم کی جگہ بھی آداب عرض تھا شاید یہ غیر مسلم اکثریت سے تخاطب کا انداز ہو۔ اسی طرح ہندوستان کا "بارہ وفات" بھی پاکستان میں "عید میلاد" ہوا ہے۔ بحمد اللہ

ختم شد

یہ نسبت ہے مجھکو بنام محمدؐ   کہ میں ہوں غلامِ غلام محمدؐ

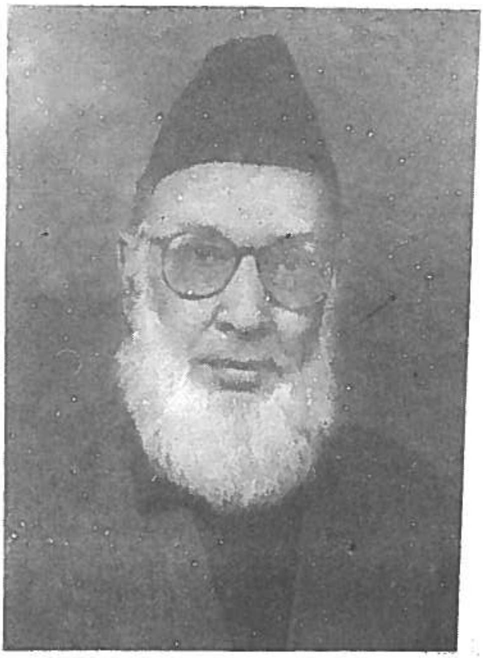

محمد فائق صدیقی قادری

رابطہ:

پروفیسر محمد فائق صدیقی قادری

مکان نمبر ۳۰۶، بلاک نمبر ۱۰، فیڈرل۔بی۔ایریا، کراچی

فون نمبر:

۶۳۶۵۲۵۵

۶۳۷۸۰۲۹

ای میل:

Bilsid@attglobal.net

Bilal_m@hotmail.com